پردہ اٹھادوں اگر

چہرۂ الفاظ سے...

ڈاکٹر ف۔ عبدالرحیم

مورخہ ۲۹ شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ بعد

بمطابق

23 اپریل 2020ء بروز جمعرات

اعظم حسین

حال مقیم لائلپور



پردہ اُٹھا دوں اگر چہرۂ الفاظ سے......

اُردو الفاظ کا دلچسپ تاریخی، لغوی اور لسانی مطالعہ

ڈاکٹر ف۔ عبدالرحیم

کتاب سرائے

بیت الحکمت لاہور کا اشاعتی ادارہ

الحمد مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور

بیاد
پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ
۱۹۴۷-۲۰۰۹

۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء

کتاب : پردہ اُٹھادوں اگر چہرۂ الفاظ سے......
مصنف : ڈاکٹر ف۔ عبدالرحیم
اہتمام : بیت الحکمت، لاہور
طباعت : باردوم
مطبع : انتخاب جدید پریس، لاہور
قیمت : [redacted]پے



ڈسٹری بیوٹرز
کتاب سرائے
پبلشرز، ڈسٹری بیوٹرز، مشیران کتب خانہ جات

فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اُردو بازار، لاہور فون: 7320318
ای میل: hikmat100@hotmail.com

کراچی میں ملنے کا پتہ
فضلی بک سپر مارکیٹ، اُردو بازار، کراچی ۰۲۱:۲۲۱۲۹۹۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ اوّل

انسان کو مبداء فطرت سے جو قوتیں، طاقتیں اور صلاحتیں عطا ہوئی ہیں، ان میں سے ایک زبردست قوت کا نام متخیلہ ہے جو ذہن کے اتھاہ سمندر میں خیالات کی ایسی موجیں اُٹھاتا ہے جن کے مدّ وجزر سے علم وادب کا اُفق روشن اور درخشاں ہے، یا پھر نہاں خانۂ دل میں ایسے احساسات جنم لیتے ہیں جن سے رنج والم یا طرب وانبساط کی کیفیات پیدا ہوتی ہیں۔ ذہن اور قلب میں پیدا ہونے والے یہ خیالات اور احساسات جب اپنے اظہار کے لیے کوئی راستہ تلاش کرتے ہیں تو اس کے نتیجے میں کچھ اصوات پیدا ہوتی ہیں۔ اصوات کا یہی وہ ارتعاش اور اظہار ہے جو مختلف علاقوں میں مختلف نوعیت کی آوازوں میں ڈھل کر حروف کو جنم دیتا ہے۔ ان حروف کی کچھ شکلیں تو اقوام عالم میں یکساں ہیں مگر بعض اماکن اور مقامات میں ان میں اختلاف بھی نمایاں ہوتا ہے۔ ایک ارتقائی عمل سے گزرتے ہوئے یہ حروف اسماء وافعال کے لیے متعیّن لفظوں کا روپ دھار لیتے ہیں۔ الفاظ کا یہی ذخیرہ ایک بولی اور زبان کی شکل میں سامنے آتا ہے۔ زبان کی ساخت اور تشکیل کے اس ارتقائی عمل میں کچھ لفظ تو پیدا ہوتے ہی غنچوں کی طرح مرجھا جاتے ہیں، کچھ ایک مدت تک چلتے ہوئے اپنا عنفوانِ شباب دیکھتے ہیں اور بہت سے الفاظ اس سفر میں متروکات سے آگے بڑھ کر مستقلاً موت کی وادی میں جا اُترتے ہیں۔

جس طرح ہر زندہ زبان میں تمدنی ارتقاء اور علمی نشو ونما کے ساتھ کچھ نئے لفظ جنم لیتے ہیں ایسے ہی کچھ الفاظ تمدنی ضرورت کے باقی نہ رہنے پر معدوم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یوں غور کیا جائے تو زبان کی پیدائش اور موت کا مسئلہ بھی حیاتِ انسانی سے گہری مماثلت رکھتا ہے۔

یہ لفظ کیسے پیدا ہوتے ہیں؟ اس سلسلے میں علمائے لغت نے ایک خصوصی علم مخارج (Etymology) کا ذکر کیا ہے۔ اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے کہ قوتِ متخیلہ اور ذہن ناطقہ کا آپس میں گہرا لزوم ہوتا ہے، یہی لزوم لفظوں کی تشکیل میں معاون ہوتا ہے۔ انسانی خیالات، جذبات اور احساسات اپنی ترجمانی کے لیے جن اصوات کا سہارا لیتے ہیں اور یہ اصوات جن حروف و الفاظ میں ڈھل جاتی ہیں، وہی زبان کا مستقل ذخیرہ بنتا چلا جاتا ہے۔ تمدنی فروغ اس ذخیرۂ الفاظ میں وسعت پیدا کرتا ہے اور اس طرح اقوام و ملل کے باہمی تعلقات اور روابط کے نتیجے میں ایک قوم اور علاقے کے الفاظ دوسری قوم اور خطے میں داخل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یوں الفاظ کی بھی ایک درآمدی اور برآمدی حکمتِ عملی ہے جو تاریخ کے ہر دور میں ہر جگہ واضح دکھائی دیتی ہے۔ آپ نے کسی گونگے آدمی کو یقیناً دیکھا ہوگا جو اپنے جذبات، احساسات اور ضروریات کی ترجمانی کے لیے مختلف اور متعیّن حرکات سے مدد لیتا ہے۔ یوں نطق کی نعمت سے بہرہ مند شخص ان حرکات کی بجائے اصوات اور الفاظ کا سہارا لیتا ہے۔ یوں لغت، لسانیات اور مخارج کے علم کے ماہرین نے اس سلسلے میں تحقیقی کتابیں تصنیف کی ہیں اور بعض لغت نویسوں نے

لفظوں کی تشریح اور معانی میں ان کے مخارج کا بھی ذکر کیا ہے۔ اُردو زبان کے جو لغت ہمارے سامنے ہیں، ان میں مخارج کی بحث کو بہت کم اختیار کیا گیا ہے۔ البتہ بیشتر لغت نگاروں نے عربی الفاظ کے لیے (ع)، فارسی الفاظ کے لیے (ف) اور اسی طرح بعض دیگر زبانوں کے لیے علامتیں استعمال کی ہیں۔ کچھ نے الفاظ کی تذکیر و تانیث اور ان کے تلفظ کا بھی اہتمام کیا ہے۔ چند ایک الفاظ کے معنوی تعین کے لیے اشعار کا بھی استعمال کرتے ہیں، جن کا حوالہ ایک سند کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ برّصغیر میں ترقی اُردو بورڈ، کراچی جس لغت کی تیاری کا اہم کام سر انجام دے رہا ہے، اس میں لفظوں کے مخارج اور اشتقاقات کے حوالے سے بھی اشارات ملتے ہیں۔ یوں لغت کا علم ایک بنیادی اہمیت کا حامل ہے اور تمام تر علوم و فنون اپنے اظہار، فروغ اور تحفّظ کے لیے اس کے محتاج ہیں۔ یہی باعث ہے کہ ہر زندہ تہذیب لغت کے معاملے میں ایک سنجیدہ علمی رویہ اختیار کرتی ہے کیونکہ یہی ایک ذریعہ اس تہذیب کے آثار کے تحفظ کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ جہاں تک الفاظ کے مخارج اور اشتقاقات کا تعلق ہے، مغرب نے بطورِ خاص اس پر بہت توجہ صرف کی ہے، البتہ مشرق میں اس موضوع پر سب سے زیادہ توجہ عربی زبان کے حوالے سے ملتی ہے۔ پھر فارسی میں اور سب سے کم تر توجہ اُردو زبان کے حصے میں آئی ہے۔ اسی اُصول کے پیشِ نظر مہذب اقوام اپنی زبان اور لغت کی حفاظت کا اہتمام کرتی ہیں کیونکہ یہی ایک واحد اور مستند ذریعہ علمی ہے، جس سے ان کے ماضی کے تہذیبی، تمدنی اور علمی کارناموں کی خبر ملتی ہے۔ اگر کسی قوم کی تاریخ مٹ جائے

تو محض لغت کی مدد سے اس کے تمام تر آثار کو از سرِ نو دریافت کیا جا سکتا ہے۔ لفظوں کے باہمی روابط سے اور ان کی سیاحت سے قوموں کے تعلقات کا نقشہ مرتب کیا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سے لغت کا مطالعہ ایک سائنسی اور فنی منہاج کا متقاضی ہے۔

پیش نظر رہے کہ الفاظ کی ایجاد و اختراع صرف اہل علم کا خاصہ نہیں بلکہ یہ عامۃ الناس کا وظیفہ ہے۔ مختلف ہنر مند اور کاریگر اپنی صنعت و حرفت کے حوالے سے ایک مخصوص لغت ایجاد کرتے ہیں۔ تمدنی ضروریات بھی لفظوں کے ذخیرے میں اضافہ کرتی ہیں۔ اہل علم خواہ ادیب ہوں یا شاعر، تو وہ محض اس ذخیرۂ الفاظ کو اس کے صوتی آہنگ کے حوالے سے مجلّا و مصفّا کر کے ان کی نو بہ نو تشکیل اور اوضاع کو ترتیب دیتے ہیں۔ اسی عامۃ الناس کے ذخیرۂ الفاظ یا روز مرّے سے محاورے تشکیل دیے جاتے ہیں۔ بعد ازاں علم بیان اور علم معانی وجود میں آتا ہے۔ شعراء عروض و قوافی اور صنائع بدائع کا ایک جہان آباد کرتے ہیں بقول آتش لکھنوی

بندش الفاظ جڑنے میں نگوں سے کم نہیں
شاعری بھی کام ہے آتش مرصع ساز کا

یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ جس طرح افراد کے خاندان اور قبائل اور علاقے ہوتے ہیں بعینہٖ الفاظ کے شجرۂ نسب پر غور کریں تو ان کے بھی خاندان، قبائل اور علاقے دکھائی دیتے ہیں۔ افراد اور خاندانوں کے رذائل و فضائل کی طرح لفظوں کے بھی رذائل و خصائل ہوتے ہیں۔ جو رویے اور خصائص افراد و قبائل میں پائے جاتے ہیں، کچھ ویسی ہی خاصیتیں ذخیرۂ الفاظ میں بھی نمایاں ملتی ہیں۔ اس لحاظ

سے لغت کا مطالعہ بہت دلچسپ اور علم افروز حقائق کو ہمارے سامنے لاتا ہے۔

علم اللسان کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ پوری دنیا کی ۲۸۰۰ زبانیں مختلف خاندانوں میں بٹی ہوئی ہیں۔ ان میں سب سے بڑے زبان کے خاندان کا تعلق ہند یورپی یا ہند جرمنی (Indo-European) سلسلے سے ہے، جس میں اُردو، فارسی زبان کے علاوہ ویدک، سنسکرت، یونانی، لاطینی، انگریزی، جرمن، فرانسیسی اور بعض دوسری یورپی زبانیں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ زبانوں میں ذیل کے خاندان زیادہ معروف ہیں۔

سامی (Semitic): اس خاندان میں عبرانی، عربی، شامی، فنیقی، آشوری، آرامی اور حبشی وغیرہ شامل ہیں۔ یہ زبانیں زیادہ تر جزیرہ نمائے عرب، مصر اور شمالی افریقہ میں بولی جاتی ہیں۔

حامی: اس خاندان میں شمالی اور شرقی افریقہ کی بہت سی زبانیں شامل ہیں۔ قدیم مصری اور قبطی زبانیں بھی اس خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔

بنٹو: اس خاندان کی زبانیں زیادہ تر جنوبی افریقہ میں بولی جاتی ہیں۔ ان میں خود بنٹو کے علاوہ سوڈانی اور بربری زبانیں شامل ہیں۔

ہند چینی (Indo Chinese) خاندان میں چینی، تھائی، برمی اور تبتی وغیرہ زبانیں شامل ہیں۔

Ural Altiaic خاندان کی زبانوں میں ترکی، ازبک اور فنش وغیرہ شامل

ہیں۔

ان مذکورہ خاندانوں کے علاوہ امریکی زبانیں، جنوب مشرقی ایشیاء کی یک رُکنی زبانیں، ملایا اور پولی نیشیا کی زبانیں، وسطی افریقہ کی زبانیں، کاکیشیا اور گرجستانی زبانیں نیز یورپ اور مختلف جزائر کی زبانیں بھی اپنے اپنے متعلقہ خاندان سے مربوط اور منسوب ہیں۔ مگر ان سب میں دراوڑی یا ہندوستانی زبانوں کا ایک وسیع خاندان بھی موجود ہے جس میں سندھی، ملتانی، پنجابی، گجراتی، ہریانی، راجستھانی، برج بھاشا، اودھی، بہاری، ملیالم، کنڑی، تامل، تلگو، مرہٹی، آسامی، اڑیا، بنگالی اور ان سب میں ممتاز اُردو جیسی زبانیں شامل ہیں۔ ان سب زبانوں میں اُردو زبان کا مطالعہ ایک عجیب انفرادیت کا حامل ہے کہ یہ ایک طرف تو علاقائی زبانوں سے مربوط اور مستفید ہے تو دوسری طرف بہت سے دوسرے خاندانوں کی متعدد زبانوں سے بھی اس نے اخذ و استفادہ کی راہیں ہموار کر رکھی ہیں۔ اُردو زبان کے ذخیرۂ الفاظ پر اعماقِ نظر سے دیکھیں تو اس میں ایک طرف بہت سے یورپی زبان کے الفاظ دخیل ہیں۔ بالخصوص انگریزی زبان نے تو گذشتہ دو سو سالوں سے اس میں اپنا عمل دخل بڑھا رکھا ہے اور یہ عمل ابھی تک جاری ہے۔ بعض ماہرین لسانیات نے اس میں پرتگالی زبان کے حوالے سے بہت قابل قدر تحقیقی کام کا کی ہے۔ عربی فارسی زبانوں نے اس زبان پر اپنا ایک خصوصی حق جتایا ہوا ہے اور ان کے اثرات اس درجہ غالب ہیں کہ اُردو زبان کا لسانی اور ثقافتی وجود ان کے میل جول اور عمل دخل کے بغیر اپنی رونق اور درخشانی کھو دیتا ہے۔ یوں اُردو

زبان تقابلی لسانیات کے حوالے سے ایک منفرد وجود رکھتی ہے۔

برصغیر میں تقابلی لسانیات کے مطالعے کا آغاز اٹھارویں صدی عیسوی میں ہوا۔ سراج الدین علی خان آرزو (۱۶۸۹ء۔۱۷۵۶ء) نے اپنی تصنیف ''نوادر الالفاظ'' میں فارسی اور سنسکرت کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے۔ ان ہر دو زبانوں میں جو اشتقاقی مناسبت اور قربت پائی جاتی ہے، اسے ''توافق لسانین'' کی اصطلاح سے تعبیر کیا ہے۔

پروفیسر براؤن نے ''لٹریری ہسٹری آف پرشیا'' میں یہ اطلاع فراہم کی ہے کہ یورپ میں سر ولیم جونس نے ۱۷۸۶ء میں اہل مغرب کو سنسکرت اور ہند آریائی زبانوں کے وجود سے متعارف کرایا اور تقابلی لسانیات کے حوالے سے ان کے متحد الاصل ہونے پر کچھ دلائل قائم کیے ہیں۔ بعد کی صدیوں اور سالوں میں مغرب و مشرق میں متعدد حضرات نے تقابلی لسانیات، لغت نویسی، زبانوں کے اشتراک عمل اور ان کے اشتقاق و مخارج کے بارے میں تفصیلی مطالعات پیش کیے ہیں۔

پنجاب یونیورسٹی کے معروف استاد ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ نے ۱۹۶۳ء میں ''تحقیق اللغات'' کے عنوان سے ایک مختصر مضمون لکھا جو اُردو اور انگریزی کے چند صفحات پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے اس میں اشتقاقی لغت نویسی کی غرض سے ۵۸ الفاظ اور گیارہ اعلام و مقامات کے بارے میں ان کے مخارج سے بحث کا ایک کامیاب نمونہ پیش کیا ہے تاکہ اس طرز پر ایک مکمل لغت ترتیب دیا جا سکے۔ اس مختصر کتابچے کے آخر میں ڈاکٹر موصوف نے ۱۱۴ کتابوں کی ایک ایسی مفید فہرست فراہم کی ہے جو مختلف زبانوں کی Philology اور Etymology کے

بارے میں ایک عمدہ کتابیات کا درجہ رکھتی ہے۔ مخارج واشتقاق کی لغت کا یہ نمونہ ۱۹۶۳ء میں شائع ہوا۔ اس کے بعد گذشتہ چالیس سالوں میں اس موضوع پر کیسے کیسے مفید کام کہاں کہاں ہوئے ہیں، اس کا کھوج لگانے کی شدید ضرورت ہے۔

مخارج واشتقاق کسی بھی لغت کا سب سے اہم اور مطلوبہ تقاضا ہے۔ اس طرح مختلف زبانوں کے الفاظ مختلف اسباب کی بنا پر مختلف زبانوں اور زمینوں میں سفر کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ برصغیر میں آریائی، تورانی اور سامی زبانوں کے اثرات نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ یہی باعث ہے کہ جب بھی کوئی ماہر لسانیات یا عالم لغت اُردو زبان کے ذخیرۂ الفاظ پر نگاہ دوڑائے گا تو اسے ان میں یونانی، سنسکرت، انگریزی، پرتگیزی، عربی، فارسی، ناگا، منڈا، دراوڑی، ترکی، تاتاری حتیٰ کہ فرانسیسی اور لاطینی الفاظ کا عمل دخل بھی نمایاں دکھائی دے گا۔ جہاں تک برصغیر کی مقامی زبانوں اور بولیوں کا تعلق ہے اس کے اثرات تو اس کی بنیادی ساخت کا اساسی لوازمہ دکھائی دیتے ہیں۔ اسی باعث مختلف زبانوں کے الفاظ کے باہمی عمل دخل نے مخارج اور اشتقاق کے علم کو ایک خاص اہمیت عطا کی ہے۔ برصغیر کے مشہور عالم سیّد سلیمان ندوی نے الفاظ کے اس مخارج واشتقاق کے مطالعہ سے بہت اہم تاریخی اور ثقافتی نتائج پیدا کیے ہیں۔ انہوں نے مختلف مواقع پر زبان اور مخارج کے حوالے سے بہت قیمتی اور مفید تحریریں لکھیں اور مختلف محاضرات میں پیش کی ہیں۔ جن کے باعث وہ ایک ماہر لسانیات کے روپ میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔ یہ سب تحریریں ان کے مضامین کے مجموعے ''نقوش سلیمانی'' میں دیکھی اور

پڑھی جاسکتی ہیں۔ ''بعض پرانے لفظوں کی نئی تحقیق'' کے عنوان سے انہوں نے اپنا ایک مضمون ہندوستانی اکاڈیمی کی ادبی کانفرنس منعقدہ الٰہ آباد میں ۱۹۳۰ء میں پڑھا۔ اس کی ابتدائی سطور میں وہ لکھتے ہیں:

''لغت کا کام عام طور پر لفظوں کے معنی بتانا سمجھا جاتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ قوموں کی طرح قوموں سے متعلق ہر چیز ایک مستقل تاریخ رکھتی ہے۔ زبان قوم کی تاریخ کا نہایت اہم جزو ہے۔ اس لیے زبان اور اس کے لفظوں کی تاریخ بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے اور یہ تاریخ ہماری لغت کا بڑا اہم باب ہے لیکن افسوس ہے کہ اس کی طرف ابھی تک ہماری زبان کے لغت نویسوں نے توجہ نہیں کی ہے۔

قومیں اپنی تاریخوں میں کتنی ہی خیانت کریں اور ان کے واقعات کو کتنا ہی اُلٹ پلٹ ڈالیں، مگر زبان اور اس کے الفاظ کا ذخیرہ ایک سچے امانت دار کی طرح پچھلی روداد کا ریکارڈ یا مسل ہمارے لیے تیار رکھتا ہے، جس سے اس زبان کے محقق ضرورت کے وقت پوری طرح فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ چنانچہ اگر ہم یہ جاننا چاہیں کہ کسی قوم کے تعلقات اور رابطے دنیا کی کن کن قوموں سے رہے ہیں تو اس قوم کے لفظوں کے خزانے میں ہمارے لیے معلومات کا بڑا سرمایہ محفوظ ملے گا۔''[1]

اپنے اس مضمون میں سید سلیمان ندوی مرحوم نے بعض لفظوں کے مخارج اور اشتقاق

۱۔ نقوشِ سلیمانی از سید سلیمان ندوی، اُردو اکیڈمی سندھ، کراچی ص: ۲۹۲

اوران کے تاریخی سفر سے بحث کی ہے اوراس سلسلے میں جن لفظوں کے بارے میں دادِ تحقیق دی ہے، وہ درج ذیل ہیں:

دام، کیرانت، اشرفی، بیمہ، خوف، ڈاک، دھاوا، قمری، سوسی، فیرنی، رقم، ہندسہ، ریاضیات، سیاست، قاب، رکابی، قلیہ قورمہ، شوربا، کباب، قالین، مستری، ساحول، جہاز، سرخی، مِسل، نستعلیق، احدی، قلعی، تماشا۔

خدابخش لائبریری پٹنہ سے ایک مدت سے ایک اعلیٰ درجے کا تحقیقی جرنل مسلسل کئی برس سے شائع ہورہا ہے۔ اس کے شمارہ نمبر ۹۶ میں جو ۱۹۹۴ء میں منصۂ شہود پر آیا، اس کے پہلے ہی مضمون ''علامہ سید سلیمان ندوی کی تحقیقاتِ الفاظِ اُردو'' میں معروف ماہر لسانیات ڈاکٹر سید حامد حسین نے مخارج و اشتقاق کے حوالے سے بہت مفید اطلاعات فراہم کی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے مطابق سید صاحب کو لسانی موضوعات خاص طور پر الفاظ کے ماخذ، منابع اور مخارج سے بہت دلچسپی رہی ہے۔ ''عربوں کی جہاز رانی'' میں انہوں نے اپنی تحقیق کا آغاز ہی عربی میں سمندر، جہاز اور جہاز رانی سے متعلق قدیم الفاظ کی چھان بین سے کیا ہے۔ اسی طرح ''عرب وہند کے تعلقات'' میں بھی انہوں نے ہندی اصل کے عربی الفاظ پر بحث کے ذریعے مفید نتائج تک رسائی حاصل کی ہے۔ یہاں تک کہ ''سیرۃ النبیؐ'' میں بھی جا بجا مختلف الفاظ کے معانی، ان کی اصل، ان کے اشتقاقات اور مترادفات پر مباحث دیکھنے کو ملتے ہیں۔ چھٹی جلد میں ''فحش گوئی'' کے موضوع پر لکھتے ہوئے ایک جگہ سید صاحب یہ بھی بتاتے ہیں کہ: ''لفظ ''پائخانہ'' کس طرح

اولاً بطورِ استعارہ وجود میں آیا تھا''[1]

مذکورہ تحقیقی مضمون میں جو ایک سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے، سید سلیمان ندوی کے الفاظ کے تحقیقی شعور کے حوالے سے چھ سو لفظوں کو حروفِ تہجی کی ترتیب سے پیش کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں ان لفظوں کے حوالے سے سید صاحب نے اولاً الفاظ کی اصل، ان کے اصل معانی اور ان کے مشتقات و مرادفات سے بحث کی ہے۔ ثانیاً الفاظ کا تاریخی جائزہ پیش کیا گیا ہے اور ثالثاً مختلف ناموں کے بارے میں تحقیق اور ان کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اُردو الفاظ کے تاریخی مطالعے کے لحاظ سے ڈاکٹر سید حامد حسین کا یہ کام تحقیق لغات کا ایک اہم نمونہ ہے۔ جسے بنیاد بنا کر ہم دوسرے مصنفین اور محققین کے کام کا جائزہ لے سکتے ہیں اور بالآخر ایسی کوششوں کو ایک اجتماعی رنگ اور آہنگ دے کر ہم اُردو زبان کی ایک کامیاب مخارج و اشتقاق کی لغت مرتب کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں، جس کا خواب ہنوز شرمندۂ تعبیر ہے۔

سید سلیمان ندوی کی ان لسانی اور لغوی تحقیقات پر ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے اسی زمانے میں نقد کیا ہے۔ جناب ندوی نے ان کی اس نظر ثانی کو اپنے رسالے ''معارف'' کے ستمبر ۱۹۲۹ء میں شائع کر دیا، جس کے مطالعے سے مخارج و مشتقات کے مسئلے کو سمجھنے میں مزید سہولت ملتی ہے۔ ڈاکٹر سید حامد حسین نے لفظوں کے اس تقابلی لسانیات کے مطالعے کو عمر بھر کے لیے اپنی تحقیق و تفتیش کا میدان بنا لیا۔ اس

۱۔ پیش لفظ۔ علامہ سید سلیمان ندوی کی تحقیقات الفاظ اُردو'' مشمولہ جرنل نمبر ۹۶، ص: ۵

ضمن میں ان کی ایک کامیاب اور دلچسپ کوشش وکاوش ۱۹۹۶ء میں مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی سے ''لفظوں کی انجمن میں'' کے عنوان سے شائع ہوئی۔ ۱۴۴ صفحات پر مشتمل اس اہم کتاب میں انہوں نے لفظوں کے مخارج اور مشتقات کے بارے میں اپنے چالیس سالہ مطالعے کا نچوڑ پیش کیا ہے۔ یہ کتاب دراصل ان کے زیادہ تر ان مضامین کا مجموعہ ہے جو مختلف اوقات میں ''ایوانِ اُردو''، ''زبان وادب''، ''ہماری زبان'' اور ''قومی راج'' وغیرہ کے صفحات میں شائع ہوتے رہے۔ اس کتاب کے گیارہ ابواب میں فاضل محقق نے ایسے سیکڑوں الفاظ کے مخارج اور ماخذ اور ان کی سیاحت کے بارے میں لکھا ہے جو مختلف پیشوں اور پیشہ سے تعلق رکھتے ہیں یا پھر مختلف تعصّبات کی بنا پر وجود میں آتے ہیں۔

ان مضامین میں مختلف پیمانوں، پوشاکوں، کپڑوں کے ناموں، کھیل اور کھیلوں، دن اور مہینوں، براعظموں اور ملکوں نیز اُردو میں پرتگالی الفاظ کی آمد اور بعض رنگ برنگے الفاظ کے بارے میں مفید اور دلچسپ معنوی بحثیں ملتی ہیں۔ یہ تمام مضامین انتہائی دلچسپ معلومات فراہم کرتے ہیں اور ان کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُردو زبان کو باثروت بنانے میں کن کن زبانوں کے الفاظ نے کس کس زمانے میں کیا کیا کردار ادا کیا ہے۔

الفاظ کے مخارج اور لغت اشتقاق کی ابتداء اور ارتقاء پر نگاہ ڈالیں تو مسلمان اس فن میں بہت پیش پیش دکھائی دیتے ہیں، جس کی ایک وجہ خود ام الکتاب کی آیات بینات میں بیان کردہ نکات ہیں۔ قرآن مجید نے اختلاف السنہ اور

اختلافِ الوان پر اپنے قارئین کی توجہ کو مبذول کرایا ہے اور اس کی حکمتوں کو سمجھنے پر زور دیا ہے۔ اسی باعث مسلمانوں نے سب سے پہلے علم لغت، اشتقاق، مخارج، معانی، بیان، صنائع، بدائع، فصاحت اور بلاغت پر اپنی تحریریں یادگار چھوڑی ہیں۔ جہاں تک مختلف زبانوں کے باہمی عمل دخل کا معاملہ ہے۔ خود عربی زبان میں معرّب الفاظ کی ایک بہت بڑی تعداد ملتی ہے۔ عربی زبان نے دوسری زبانوں کو اپنے تہذیبی اور ثقافتی غلبے کی بنا پر متاثر کیا ہے، بالخصوص فارسی اور اُردو زبان کا دامن تو ہزاروں عربی الفاظ کا ممنون ہے۔ عہدِ عباسی کی ابتداء میں جب یونان کے علوم کے تراجم عربی زبان میں کیے گئے تو کیسے کیسے الفاظ اور اصطلاحات وجود میں آئیں جن کی ایک مستقل تاریخ ہے۔ اسی طرح جب سنسکرت کی چند کتابوں کے عربی تراجم ہوئے تو ہند آریائی زبانوں کا بھی ایک رابطہ عالم عرب سے پیدا ہوا۔ اس رابطے کو عرب جہاز رانوں نے اور عرب تجار نے اور زیادہ تقویت دی۔ افریقی ممالک میں اشاعت اسلام کی سرگرمیوں نے تو ایسا معجزانہ اثر پیدا کیا کہ ان علاقوں میں عربی زبان نے اپنا ایک مستقل مقام پیدا کرلیا جس کے نتیجے میں مقامی زبانوں کے الفاظ بھی بہت کثرت سے اس میں داخل ہوتے رہے۔

تقابل لسانیات بھی مسلمانوں کے مطالعے اور تحقیق کا ایک محبوب موضوع رہا ہے بالخصوص لغت الاشتقاق پر تو بہت وسیع اور وقیع کام ہوا ہے۔ تقابل لسانیات، معرّب اور دخیل الفاظ کی تحقیق کے سلسلے میں عبرانی، سریانی اور فارسی لغات کے باہمی تعامل اور تفاعل کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ ابن فارس اور ثعالبی نے فقہ

اللغۃ (Science of Language) کی اساس فراہم کی۔ برصغیر میں خود شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی تحریروں میں معرفۃ اللغات کا ذکر کیا ہے۔ اس دور میں سراج الدین علی خاں آرزو نے ''نوادر الالفاظ'' میں تقابلی لسانیات کی عملی مثال قائم کی۔ یہ اہم حوالے کی کتاب ڈاکٹر سید عبداللہ نے مرتب کی ہے۔ اُردو ادب کے بیسیوں تذکروں میں بھی لغت اور الفاظ کی تاریخ پر قابلِ ذکر نکات ملتے ہیں۔ اُردو لسانیات کے سلسلے میں فارسی اثرات کے حوالے سے مولانا محمد حسین آزاد کی تحریروں کی ایک خاص اہمیت ہے۔ اس موضوع پر مطالعے کے شائقین کے لیے ہم چند کتابوں کا ذکر کرتے ہیں:

۱۔ پنجاب میں اُردو، حافظ محمود شیرانی

۲۔ نقوشِ سلیمانی، سید سلیمان ندوی

۳۔ سرگذشت الفاظ، مولوی احمد دین

۴۔ دکن میں اُردو، نصیر الدین ہاشمی

۵۔ آریائی زبانیں، سدھیشورراورما

۶۔ اُردوئے قدیم، حکیم شمس اللہ قادری

۷۔ تاریخ زبان اُردو، ڈاکٹر مسعود حسین خاں

۸۔ ہندوستانی لسانیات کا خاکہ، مترجمہ سید احتشام حسین

۹۔ اُردو زبان کا ارتقاء، ڈاکٹر شوکت سبزواری

۱۰۔ لفظوں کی انجمن میں، ڈاکٹر سید حامد حسین

۱۱۔ اُردو زبان کی قدیم تاریخ، عین الحق فرید کوٹی

۱۲۔ تحقیق اللغات، ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ

۱۳۔ اُردو میں دخیل یورپی الفاظ، محمد بن عمر

۱۴۔ اُردو زبان پر انگریزی زبان کے اثرات، محمد بن عمر

۱۵۔ اُردو میں یورپی الفاظ کا لسانیاتی مطالعہ، محمد بن عمر

۱۶۔ اُردو میں فرانسیسی الفاظ، محمد بن عمر

۱۷۔ اُردو میں بعض یورپی زبانوں کے عناصر، محمد بن عمر

۱۸۔ اُردو میں یونانی اور لاطینی الفاظ، محمد بن عمر

۱۹۔ پرتگالی زبان کا اثر اُردو زبان پر، محمد بن عمر

۲۰۔ لسانی مقدمات، محمد بن عمر

۲۱۔ کیفیہ، برج موہن دتاتریہ کیفی

۲۲۔ اُردو کی زبان، ڈاکٹر سہیل بخاری

۲۳۔ ادب و لسانیات، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

ہمارے موضوع سے متعلق کتابوں کی مذکورہ مختصر فہرست کے علاوہ، انگریزی زبان میں لکھی گئی کم از کم ان دو تین کتابوں کا مطالعہ بہت ناگزیر ہے:

1 - Grierson, Linguistic Survey of India.

2 - Richard Chenevix Trench, On the Study of Words.

3- Greater Oxford Dictionary.

ان انگریزی کتب میں پادری ٹرنچ کی کتاب بہت دلچسپ ہے، جو سات مختلف ابواب پر مشتمل ہے۔ ۱۸۵۱ء سے ۱۹۱۰ء کے درمیان اس کے انتیس ایڈیشن شائع ہوئے۔ سب سے دلچسپ بات یہ کہ اس کتاب کو بنیاد بنا کر علامہ محمد اقبال کے دوست مولوی احمد دین وکیل نے ''سرگزشت الفاظ'' کے عنوان سے ۱۹۲۳ء میں اُردو لسانیات پر ایک دلچسپ، مفید اور محکم کتاب لکھی۔ معروف محقق مشفق خواجہ نے مولوی احمد دین کی علامہ اقبال پر اُردو میں لکھی گئی پہلی کتاب ''اقبال'' کو ایڈٹ کرتے ہوئے اس کے دیباچے میں ''سرگزشت الفاظ'' کی سرگزشت کو بھی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ ان کی یہ بات لائق ذکر ہے کہ مولوی صاحب نے محض پادری صاحب کی کتاب کا رواں ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ اس میں تمام تر مثالوں کے لیے عربی، فارسی، ہندی اور اُردو زبانوں کی مثالیں فراہم کی ہیں۔ اس اہم کتاب میں ایک ہزار الفاظ کی اصلیت اور ماخذ اور مخارج سے بحث کی گئی ہے۔ اس اعتبار سے ہم نہ صرف اس کتاب کی اوّلیت بلکہ اس کی ابھی تک اہمیت کے بھی قائل ہیں۔ یاد رہے کہ مولوی صاحب کو مولانا محمد حسین آزاد سے ایک تلمذ کا شرف بھی حاصل ہے۔ یوں لسانیات کے جس مطالعے کا آغاز مولانا آزاد نے کیا، اس کی ایک مؤثر اور مثبت شکل ہمیں مولوی احمد دین کے کام میں دکھائی دیتی ہے۔ یہی باعث ہے کہ مولوی صاحب نے ''سرگزشت الفاظ'' کو اپنے استاد مولانا محمد حسین آزاد کے نام معنون کیا ہے۔ بابائے اُردو مولوی عبدالحق نے اس کتاب پر تحقیق کی

روشنی میں ایک علمی تنقید کی ہے اور اس کے بعض نتائج میں اصلاح بھی تجویز کی ہے مگر اس تمام تر تنقیدی جائزے کے باوجود انھوں نے تسلیم کیا ہے۔

''الفاظ کی تحقیق میں اکثر غلطی ہو جاتی ہے اور اس سے کتاب کی قدر و قیمت کم نہیں ہو سکتی...... لائق مؤلف کی محنت قابل داد ہے۔ یہ کتاب طلبہ اور عام شائقین کے لیے بہت کارآمد ہے، اس سے ان کے دلوں میں الفاظ کی تحقیق، لغوی، معروف اور اصطلاحی معنوں کے فرق، حالات زمانہ کے اثر سے معنوں میں تغیر و تبدل اور لفظوں کی اصل دریافت کرنے کا شوق پیدا ہوگا اور یہ ادب کی تحصیل میں بہت کچھ مدد دیتا ہے۔''[1]

لفظوں کا تاریخی اور لسانی مطالعہ آج دنیا بھر میں ایک دلچسپ علمی سرگرمی کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ استعماری قوتوں اور متعصب مذہبی حکومتوں نے بھی الفاظ کی ساخت اور تشکیل میں جو اثرات پیدا کیے ہیں، وہ لائق مطالعہ ہیں۔ اس ضمن میں مذکورہ کتابوں میں اس موضوع پر کافی اشارات ملتے ہیں مگر خالص دینی اور اسلامی حوالے سے بعض لفظوں کی ساخت میں جو خبث باطن اور بدنیتی پوشیدہ ہے، اس کا تفصیلی مطالعہ بہت ضروری ہے۔ اس ضمن میں پیش نظر کتاب ''پردہ اُٹھا دوں اگر چہرۂ الفاظ سے......'' میں بھی بعض دلچسپ اور عبرت آموز حقائق سامنے آتے ہیں۔ انگریزی میں ایک لفظ Maumet یا Mammet ہے جو اپنے متعدد معنوں میں سے کسی کی تحقیر اور تذلیل کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ہمارے

۱۔ دیباچہ: اقبال، مولوی احمد دین، مرتبہ مشفق خواجہ، انجمن ترقی اردو، کراچی، ص: ۸۸

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مستشرق سوانح نگاروں نے اس نوعیت کی خباثتیں اور حماقتیں اپنے ہاں اختیار کی ہیں، جن کے تفصیلی مطالعے کی ضرورت ہے۔ پیش نظر کتاب کے مصنف ڈاکٹر ف۔ عبدالرحیم نے اس موضوع پر اپنی کتاب کے دیباچے میں اس لفظ پر تاریخی تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''یہ لفظ ایک لفظ نہیں بلکہ تاریخ کی ایک ضخیم کتاب ہے: یورپی نصاریٰ کے تعصب کی تاریخ؛ ان کی جہالت کی تاریخ، اسلام اور نبیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی عداوت کی تاریخ۔ یہ لفظ (Mammet) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی کو بگاڑ کر بنایا گیا ہے۔''

ڈاکٹر ف۔ عبدالرحیم نے جس نازک اور حساس موضوع پر توجہ دلائی ہے، اس تناظر میں عصبیت اور عداوت کے بہت سے دریچے کھلتے ہیں جن کی روشنی میں اُردو زبان کے بہت سے الفاظ، تراکیب اور محاورات ایک جہالت کا مظاہرہ اور بدتہذیبی کی علامت ہیں، ہم محض اہل علم کی توجہ کے لیے چند مثالیں درج کر رہے ہیں، بصورتِ دیگر تحقیق کی جائے تو ایسی حماقتوں اور عداوتوں کا ایک پلندہ تیار ہو سکتا ہے۔

ذیل کے الفاظ، تراکیب اور محاورے محض توجہ دلانے کے لیے درج کیے جاتے ہیں، اہل علم ان کے استعمال میں پوشیدہ عداوت پر توجہ کریں:

لن ترانی، صلوٰتیں سنانا، بسم اللہ کے گنبد میں، لکھے موسیٰ پڑھے خدا، ملا کی دوڑ مسجد تک، قل اعوذی یا قل آعوذیا، آنتوں کا قل ھو اللہ پڑھنا، زید بکر عمر اور قوس قزح، اس آخری ترکیب کے لیے مصنف مذکور کی تحقیق لائق قدر ہے۔

لفظوں کے تاریخی اور لسانی مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اُردو، ہندی، پنجابی، اپ بھرنش، پراکرت، سنسکرت کے الفاظ آپس میں بہت ملتے جلتے ہیں۔ البتہ اُردو زبان نے ان لفظوں کو اپنی آغوش میں لیتے ہوئے ان کی صوتی ثقالت کو دور کر دیا ہے اور یہ سب لسانیاتی تصرف کا عمل ہے، جو اُردو زبان کے معاملے میں آپ کو بہت نمایاں دکھائی دے گا۔ پیش نظر کتاب کا مطالعہ اس لحاظ سے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس کتاب کی اس خوبی کا اندازہ ہمیں دہلی سے شائع ہونے والے ''اردو بک ریویو'' شمارہ مارچ، اپریل ۲۰۰۴ء کے اس تبصرے سے بھی ہوتا ہے جو پروفیسر عبدالرحیم قدوائی نے کیا ہے۔

پردہ اُٹھادوں اگر چہرۂ الفاظ سے...... ''لفظوں کے تاریخی اور لسانی مطالعے کے سلسلے کی ایک جدید علمی اور تحقیقی کاوش ہے۔ جس کا نقش اوّل دسمبر ۲۰۰۳ء میں انڈیا کے ایک شہر چینائی (Chennai) سے شائع ہوا ہے۔ اس کے پیش لفظ میں فاضل مصنف ڈاکٹر ف۔ عبدالرحیم نے لکھا ہے کہ:

''زیر نظر کتاب نہ لغت ہے، نہ علم لغت پر کوئی عالمانہ مقالہ۔ یہ چند الفاظ کا تاریخی مطالعہ ہے جو عام قارئین کی دلچسپی کے لیے لکھا گیا ہے، الفاظ کا تاریخی مطالعہ بہت ہی دلچسپ علم ہے، الفاظ صرف مجموعہ اصوات ومحلِّ معانی ہی نہیں، ان کے اندر قوموں کی تاریخ پنہاں ہوتی ہے۔ یہ ان کے رسم ورواج، ان کے عقائد اور ان کے تخیلات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ جس طرح آثارِ قدیمہ کے ماہرین ہڈیوں، برتن کے ٹکڑوں وغیرہ سے

تاریخ کے ٹوٹے ہوئے حلقوں کو جوڑ لیتے ہیں ، اسی طرح علمائے لغت الفاظ کے مطالعہ کی مدد سے تاریخ کے جھروکوں میں جھانک کر ماضی کے بعض تاریک گوشوں پر روشنی ڈالنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔''

پیش نظر کتاب کی تاریخی اور لسانی مطالعے کی اس کاوش کے مصنف نے اپنے پیش لفظ میں جس عاجزی اور انکساری کا اظہار کیا ہے ، یہ ان کی شخصیت کا بڑا پن ہے ، وگرنہ اس مختصر مگر معیاری تحقیقی کاوش کے ایک ایک صفحے پر درج الفاظ کی تحقیق کے لیے انہوں نے جو اسلوب اور منہج اختیار کیا ہے ، وہ ان کے ایک ماہر لسانیات ہونے پر شاہد عادل ہے ۔ ہر چند مصنف نے اس کتاب کے پیش لفظ میں سترہ اور متن کتاب میں ۱۱۴ الفاظ کے بارے میں دلچسپ لغوی اور لسانی حقائق کو پیش کیا ہے ، مگر ان ۱۳۱ الفاظ کا مطالعہ کرتے ہوئے ہمیں مصنف کی وسعت مطالعہ کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے ۔ اُردو زبان میں استعمال ہونے والے ان الفاظ کا ایک لسانی تعلق زبانوں کے بہت سے دوسرے خاندانوں سے قائم ہوتا ہے ، اسی باعث مصنف نے ان کی تاریخی ، لغوی اور لسانی تشریح میں جن دوسری زبانوں سے مدد لی ہے ، ان میں اُردو کے علاوہ انگریزی ، فرانسیسی ، لاطینی ، عربی ، فارسی ، یونانی ، جرمن ، ہسپانوی ، پرتگالی ، سریانی ، ڈچ ، سویڈش ، ترکی ، البانی ، رومانی ، روسی ، ملائی ، ہندی ، سنسکرت ، مندرین ، چینی ، تامل ، ملایو ، اراوک اور تمل وغیرہ جیسی زبانوں سے اخذ واستفادہ کے واضح نشان ملتے ہیں۔ ہمیں تسلیم ہے کہ فاضل مصنف نے جن ۱۳۱ الفاظ کے بارے میں لغوی اور لسانی بحث کی ہے ، ان میں سے کچھ الفاظ پر

اس سے قبل بھی ماہرین لسانیات روشنی ڈال چکے ہیں ۔ مگر پیش نظر کتاب میں ان کا لسانی مطالعہ پیش کرتے ہوئے ایک تحقیقی جدت اور تخلیقی ندرت کا احساس ہوتا ہے ۔ لفظوں کے اس مطالعے میں بعض الفاظ کی تحقیق پہلی مرتبہ چند نئے لسانی اور لغوی نتائج کو پیش کرتی ہے ۔ مصنف مذکور چونکہ عربی ، انگریزی ، فارسی ، ہندی اور اُردو زبانوں کے مزاج سے گہری واقفیت رکھنے کے علاوہ دوسری زبانوں کے لغوی سرمائے سے بھی شناسا ہیں ، قارئین کے علم میں ہونا چاہیے کہ فاضل مصنف عربی اور انگریزی کے جیّد استاد رہے ہیں ۔ اور ان زبانوں میں ان کے علمی اور تحقیقی کام کو ایک علمی وثوق اور تحقیقی اعتبار حاصل ہے ۔ اسی باعث اپنی حیات کے اس آٹھویں عشرے میں وہ مجمع ملک فہد مدینہ منورہ کے اس ادارے سے وابستہ ہیں جہاں قرآن مجید کے دنیا کی مختلف زبانوں میں تراجم کی تیاری ہوتی ہے ۔ اس مجمع سے ابھی تک چالیس سے زائد عالمی زبانوں میں ''الکتاب'' کے تراجم شائع ہو چکے ہیں اور اس ذمہ دارانہ محنت کی ٹیکنیکل ایڈیٹنگ کے پس منظر میں ایک ماہر لسانیات اور فاضل ڈاکٹر ف ۔ عبدالرحیم کی صورت میں موجود ہے ۔ وہ غیر عربوں کو عربی زبان پڑھانے والی تدریسی کاوشوں کے سلسلے میں ایک اتھارٹی اور استناد کا درجہ رکھتے ہیں ۔ عربی لسانیات میں ان کا اختصاصی مطالعہ تحقیق ''المعرب والدخیل'' جیسے موضوع سے متعلق ہے ۔ خالص علمی اور تحقیقی ماحول کا یہی وہ فیضان ہے جو ان کی پیش نظر تصنیف میں انہیں ایک امتیاز پیش کرتا ہے ۔

مصنف مذکور نے پیش نظر کتاب میں لفظوں کی لغوی اور لسانی تاریخ کے حوالے

سے ایک لطیف ادبی اسلوب کو اختیار کیا ہے۔ کہیں کہیں وہ عربی، فارسی، اُردو اور انگریزی اشعار کے ایسے برمحل اور برجستہ نمونے پیش کرتے ہیں جو ان کے پختہ ادبی مزاج کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ترجمہ و تحقیق اور لغوی مباحث سے منسلک ہونے کے باعث ان میں فن ترجمہ کی ایک عمدہ صلاحیت پیدا ہوئی ہے۔ ''روبوٹ'' ایک ایسا آلہ ہے جو انسانی خدمات کا ایک ادنیٰ اور انوکھا نعم البدل ہے۔ فاضل مصنف نے اس کا ترجمہ ''انسالہ'' کیا ہے جو ان کی تخلیقی اپج کا آئینہ دار ہے۔ اس کتاب کی لسانی اہمیت مسلّم ہے اور اس کا صحیح اندازہ اس کا تفصیلی مطالعہ کیے بغیر ممکن نہیں ہے۔

یہ مناسب ہوگا کہ اس موقع پر ہم اپنے ممدوح اور فاضل مصنف کا ایک اجمالی تعارف قارئین کی نذر کریں۔ ڈاکٹر ف۔ عبدالرحیم کا تعلق تامل ناڈو کے شہر وانمباڑی (ضلع ویلور) سے ہے، جہاں آپ ۷ مئی ۱۹۳۳ء کو پیدا ہوئے۔ آپ نے مدراس یونیورسٹی سے ایم اے انگریزی کرنے کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے عربی زبان و ادب میں بھی ایم اے کی سند حاصل کی۔ بعد ازاں وہ عالم اسلام کی معروف جامعہ ازہر تشریف لے گئے جہاں پر انہوں نے عربی لسانیات میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ مدراس یونیورسٹی سے انہوں نے عربی اور علوم اسلامیہ میں ''افضل العلماء'' کی سند بھی حاصل کی۔ تعلیمی فراغت کے بعد انہوں نے مدراس یونیورسٹی ہی میں انگریزی زبان و ادبیات کے استاد کی حیثیت سے اپنی علمی زندگی کا آغاز کیا۔ اسی جامعہ میں وہ عربی کی تدریس سے بھی منسلک رہے۔ سوڈان کی ام درمان یونیورسٹی میں صدر شعبۂ ادبیات انگریزی کی حیثیت سے

خدمات انجام دیں۔ اسی ملک کی خرطوم یونیورسٹی میں انہوں نے بیرونی اور خارجی طلبہ کو انگریزی زبان پڑھائی اور اس ضمن میں اپنا ایک امتیازی اور اختصاصی اسلوب پیدا کیا جسے اب عالم عرب میں قبولیت تامہ کا درجہ حاصل ہے۔ آپ کی تدریسی خدمات کا طویل دورانیہ مدینہ منورہ کی اسلامی یونیورسٹی سے متعلق ہے جہاں پر آپ نے ۲۶ سال تک غیر ملکی طلبہ کو انگریزی پڑھانے کے شعبے کی صدارت کی ذمہ داری کامیابی کے ساتھ نباہی۔ اسی جامعہ میں انہوں نے عربی زبان و ادب اور لسانیات کے پروفیسر کی حیثیت سے بھی نمایاں خدمات پیش کیں۔ اپنے وطن میں ان کی ان علمی اور تدریسی خدمات پر انہیں ۱۹۸۸ء میں صدارتی ایوارڈ سے بھی سرفراز کیا گیا۔ انہوں نے دنیا کی تین زبانوں میں اکیس کتابیں تالیف کی ہیں جن کی فہرست درج ذیل ہے:

۱) دروس اللغة العربية لغير الناطقين بها (ثلاثة أجزاء).

۲) مفتاح کـ دروس اللغة العربية لغير الناطقين بها باللغة الانكليزية.

۳) كتاب المعلم کـ دروس اللغة العربية لغير الناطقين بها باللغة العربية.

۴) أحاديث سهلة.

۵) نصوص من الحديث النبوي الشريف.

۶) نصوص إسلامية.

۷) المسعف في لغة وإعراب سورة يوسف.

۸) الباحث عن الحق.

۹) إنهما من مشكاة واحدة.

۱۰) في بلاط هرقل.

۱۱) أبشر بخير يوم

۱۲) أربعون حديثاً لتعليم اللغة العربية والآداب النبوية

۱۳) التبيان (باللغة التاملية)[كتاب لتعليم الحروف العربية]

۱۴) التبيان (باللغة الانكليزية).

۱۵) Let's Begin to Read Arabic [كتاب لتعليم الحروف العربية].

(b) In the field of Arabic Philology

۱) تحقيق المعرّب للجواليقي.

۲) القول الأصيل فيما في العربية من الدّخيل.

۳) سواء السبيل إلى ما في العربية من الدخيل.

۴) الدخيل في اللغة الحديثة ولهجاتها.

۵) الإعلام بأصول الأعلام.

، راقم الحروف کے لیے خوش نصیبی کی بات ہے کہ گذشتہ دس سالوں میں علمی محاضرات میں شرکت اور حج وعمرہ کی سعادت کے حصول کی غرض سے جب کبھی سعودی عرب میں حاضری کے مواقع نصیب ہوئے تو مدینہ منورہ میں مقیم علمی

شخصیات کی جو کہکشاں اپنے معارف سے ماحول کو تابندہ اور درخشاں کیے ہوئے ہے، اس کے ایک روشن ستارے ڈاکٹر ف۔عبدالرحیم سے بھی ملاقات ہوئی۔ مجھے ان کی حالیہ مصروفیت کے میدان مجمّع ملک فہد میں بھی حاضر ہونے اور اس کی تفصیلات کو جاننے کے مواقع ملے۔ یہیں پر فاضل مصنف سے پاکستان میں لاہور کے قطب البلاد میں موجود میرے شخصی گنجینۂ علمی ''بیت الحکمت'' کا بھی تذکرہ ہوا۔ اور اس کی علمی، تحقیقی اور طباعتی سرگرمیاں بھی سامنے آئیں۔ دورانِ گفتگو پیش نظر کتاب کے نقش ثانی کا فیصلہ ہوا کہ اسے ''بیت الحکمت'' سے شائع کیا جائے۔ سو ایک ناگزیر تاخیر کے بعد یہ ارمغانِ علمی اور تحقیقی سوغات قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ اُمید ہے کہ یہ لغوی اور لسانی کاوش اُردو ادبیات اور تقابلی لسانیات کے طلبہ، اساتذہ، محققین اور شائقین کے لیے یکساں مفید ہوگی۔ اس کتاب کے نقش ثانی کی املا میں مصنف اور راقم نے چند تبدیلیاں کی ہیں جس کے باعث یہ متن پہلے سے زیادہ مستند ہوگیا ہے۔ حق تعالیٰ مصنف مذکور کو طویل عمر اور عمدہ صحت وعافیت عطا فرمائے کہ وہ اس مرحلۂ عمر میں مزید علمی اور تحقیقی خدمات پیش کرسکیں۔ آمین یارب العالمین

یکم جنوری ۲۰۰۵ء

پروفیسر عبدالجبار شاکر
ڈائریکٹر بیت الحکمت
۱۰۹، حبیب پارک، بالمقابل منصورہ، ملتان روڈ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ وحدہ، والصلاۃ والسلام علیٰ من لا نبیَّ بعدہ، اما بعد:

زیرِ نظر کتاب نہ لغت ہے، نہ علمِ لغت پر کوئی عالمانہ مقالہ۔ یہ چند الفاظ کا تاریخی مطالعہ ہے جو عام قارئین کی دلچسپی کے لیے لکھا گیا ہے۔

الفاظ کا تاریخی مطالعہ بہت ہی دلچسپ علم ہے۔ الفاظ صرف مجموعہ اصوات ومحلِ معانی ہی نہیں، ان کے اندر قوموں کی تاریخ پنہاں ہوتی ہے۔ یہ ان کے رسم و رواج، ان کے عقائد، اور ان کے تخیلات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ جس طرح آثارِ قدیمہ کے ماہرین ہڈیوں، برتن کے ٹکڑوں وغیرہ سے تاریخ کے ٹوٹے ہوئے حلقوں کو جوڑ لیتے ہیں، اسی طرح علمائے لغت الفاظ کے مطالعہ کی مدد سے تاریخ کے جھروکوں میں جھانک کر ماضی کے بعض تاریک گوشوں پر روشنی ڈالنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔

لفظ «وارنش» کی تحقیق سے پتا چلتا ہے کہ ماضی بعید میں لیبیا کے قدیم شہر «برنقی» میں اس کی ابتداء ہوئی، اسی شہر کے نام نے لاطینی میں veronix کو جنم دیا جو بعد میں چل کر varnish بنا۔

لفظ copper کی تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ تانبے کا اصلی وطن قبرص (Cypress) ہے، اور یہ دھات اسی جزیرے کے نام سے موسوم ہے۔ یاد رہے کہ عربی میں «قبرس» *اس جزیرے کو بھی کہتے ہیں، اور بہترین قسم کے تانبے کو بھی۔

انگریزی میں ایک لفظ maumet یا mammet ہے۔ اس کے متعدد معانی ہیں، ان میں سے ایک «بت» ہے، جیسا کہ ذیل کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے، یہ عبارت ۱۶۰۸ء کی ہے:

Such images and mammets were found in Iacobs house.

بت کے علاوہ یہ گڑیا کے لیے بھی بولا جاتا ہے، چنانچہ شیکسپیر کہتا ہے:

This is no world to play with Mammets.**

---

* آجکل اس جزیرے کا نام «قبرص» ہے، یعنی «ص» سے، اس کا قدیم نام «قبرس» ہے۔

Henry v Part One, ii,iii,95.**

یہ لفظ کسی کی تحقیر وتذلیل کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، چنانچہ شیکسپیر کہتا ہے:

A wretched puling foole

A whining mammet.*

یہ لفظ ایک لفظ نہیں، بلکہ تاریخ کی ایک ضخیم کتاب ہے: یورپی نصاریٰ کے تعصّب کی تاریخ، ان کی جہالت کی تاریخ، اسلام اور نبی اسلام ﷺ سے ان کی عداوت کی تاریخ۔ یہ لفظ (mammet) نبی اکرم ﷺ کے نام نامی اسم گرامی کو بگاڑ کر بنایا گیا ہے۔

جنوبی ہند کی تمل زبان میں مسلمانوں کے لئے ایک لفظ ((تُلُک)) (துலுக்கர்) بھی بولا جاتا ہے۔ یہ لفظ ((ترک)) کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ قرونِ وسطیٰ میں ترکوں کی قوت وسطوت، عالمی سیاست میں ان کی اہمیت، اور ان کے اسلامی تشخص کے ظہور کے پیشِ نظر ((ترک)) لفظ ((مسلمان)) کے مترادف بن چکا تھا۔ اس زمانے کی انگریزی میں بھی لفظ Turk سے مراد مسلمان ہی ہوتا تھا، ۱۶۹۷ء کی یہ عبارت ملاحظہ ہو:

Romeo and Juliet, iii,v,186. *

He is a Christian at Rome, a Heathen at Japan, a Turk at Constantinople.

اور to turn Turk کی اصطلاح سے مراد مسلمان ہونا تھا، چنانچہ شیکسپیر کہتا ہے:

If the rest of my Fortunes turne Turke with me*.

اسلام سے پہلے عرب پرندوں کی اڑان سے فال نکالتے تھے۔ کسی مہم پر نکلنے سے پہلے شور مچا کر بیٹھے ہوئے پرندوں کو اڑاتے اور ان کی اڑان دیکھ کر فیصلہ کرتے کہ مہم پر نکلنا ہے یا گھر واپس لوٹنا ہے**۔ اسی لیے فال نکالنے کے لیے ((تطیر)) کا لفظ استعمال ہوتا ہے جو ((طیر)) بمعنی پرندہ سے ماخوذ ہے۔

Hamlet, iii,ii,282.*

** ملاحظہ ہو: المصباح المنیر (طیر)۔

HISTORY OF AUSPICIOUS / مبارک، سعید، سازگار

اہلِ روم بھی پرندوں سے فال نکالتے تھے۔ ان کے اس عقیدے کو ایک لاطینی لفظ نے اپنے اندر چھپا رکھا ہے، اور وہ لفظ ہے auspicious بمعنی: مبارک، سعید، سازگار۔ دیکھتے رہیئے ابھی میں اس سے یہ راز اگلواتا ہوں، یہ لفظ دو اجزاء سے مرکب ہے: پہلا جزء avis بمعنی پرندہ ہے، اسی سے انگریزی میں aviation بمعنی پرواز ماخوذ ہے، اور فرانسیسی میں avion بمعنی ہوائی جہاز بھی اسی لفظ سے مشتق ہے۔ دوسرا جزء specere ہے جس کے معنی ہیں: دیکھنا، مشاہدہ کرنا، اسی سے انگریزی میں spectator، spectacle جیسے الفاظ آئے ہیں۔ تو avis specere کا مطلب ہوا: پرندوں کا مشاہدہ کرنا، اور پرندوں کے مشاہدے کے بعد جو گھڑی مبارک سمجھی جائیگی وہ auspicious کہلائے گی۔

انگریزی میں bless ایک بہت ہی خوبصورت لفظ ہے۔ اس سے تقدس کی بو آتی ہے، لیکن اس کو نچوڑیں تو اس سے خون ٹپکے گا، کیوں کہ اس کا اشتقاقی تعلق blood سے ہے۔ قدیم انگریزی میں اس کی شکل bledsian تھی، اور اس کے معنی تھے: خون چھڑک کر آشیر باد دینا۔

پاگل کو انگریزی میں lunatic کہتے ہیں۔ یہ لاطینی luna سے ماخوذ

ہے جس کے معنی ہیں چاند، اور یہ لفظ اس قدیم خیال کی عکاسی کرتا ہے کہ چاند کا گھٹنا بڑھنا پاگل پن کا سبب بن سکتا ہے۔

بعض الفاظ کے معنوں میں بلا کا تخیّل کارفرما ہوتا ہے۔ انگریزی کا window بمعنی کھڑکی Old Norse کے vindauga سے آیا ہے جس کے معنی ہیں: ہوا کی آنکھ، یعنی ہوا داخل ہونے کا راستہ جو آنکھ کی طرح کھلتا اور بند ہوتا ہے۔ بات سے بات یاد آتی ہے، ملایو زبان میں سورج کو matahari کہتے ہیں، یعنی: دن کی آنکھ، اور پولیس کے سپاہی کو mata-mata یعنی «آنکھ ہی آنکھ»۔

انگریزی کا muscle بمعنی «پٹھا» لاطینی musculus سے آیا ہے جس کے لفظی معنی ہیں: چھوٹا سا چوہا، انسانی بازو کے پٹھوں کے اتار چڑھاؤ کو دیکھتے ہوئے یہ تشبیہ کتنی مناسب لگتی ہے۔ یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ مذکورہ بالا لاطینی لفظ میں mus بمعنی چوہا وہی لفظ ہے جو فارسی میں «موش»، اور انگریزی میں mouse کی شکل میں موجود ہے۔ یہ سب زبانیں انڈو یورپین زبانوں کے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں، اور آپس میں بہنیں ہیں۔

انگریزی میں trivial thing کے معنی ہیں: معمولی، گھٹیا، غیر اہم

چیز۔ یہ دراصل لاطینی لفظ ہے جس کے لفظی معنی ہیں: چوک پر پڑی ہوئی چیز۔ لاطینی میں trivia کے معنی ہیں: تین راستوں کا سنگم، یاد رہے کہ tres کے معنی ہیں: تین، اور via کے معنی ہیں: راستہ۔ trivial thing کو اردو میں پیش پا افتادہ چیز کہیں گے یہ بھی تخیل ہے، اس کے معنی ہیں: پیر کے سامنے پڑی ہوئی چیز۔

فرانسیسی میں «اب» یا «ابھی» کے لیے maintenant کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اس کے لفظی معنی ہیں: «ہاتھ تھامے ہوئے»، اس لفظ سے جو نقشہ میرے ذہن میں ابھر کر آتا ہے وہ ایک قرض خواہ کا ہے جو قرض دار کا ہاتھ تھامے یہ کہہ رہا ہو کہ مجھے یہ رقم ابھی اور اسی وقت چاہیے۔

فارسی کے بعض الفاظ میں بھی نہایت خوبصورت تخیل پایا جاتا ہے، کچھ مثالیں ملاحظہ ہوں:

ہمسایہ: وہ جو آپ کے ساتھ سایہ میں شریک ہے۔

خانہ بدوش: جو اپنا گھر اپنے کاندھے پر اٹھائے پھرے۔

سبکدوش کرنا: کندھا ہلکا کرنا۔

پسپا ہونا: پیر پیچھے ہٹا لینا۔

گوشمال: کان رگڑنا۔

لیجیے اب ہم «پردہ اٹھادوں ۰۰۰» کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ وہ دیکھیے اس کی سرحدیں نظر آ رہی ہیں، الفاظ ومعانی کے اس انوکھے گلستان کی سیر اب شروع ہوتی ہے۔

آرنج :انگریزی orange سے ماخوذ ہے۔

یہ در اصل فارسی لفظ ہے، فارسی میں یہ «نارنگ» ہے، عربی میں جا کر «نارنج» بنا۔ عربی سے ہسپانوی زبان میں naranja کی شکل میں داخل ہوا۔ پرتگالی میں پہنچا تو اس کے پہلے نون کو لام سے بدل دیا گیا، اور وہ laranja بن گیا۔ جدید یونانی میں neranji (νεραντζι) کی شکل میں داخل ہوا۔

لیکن جب یہ لفظ اطالوی میں داخل ہوا تو اس کا پہلا حرف «ن» حذف ہوگیا اور وہ arancia ہوگیا، فرنچ میں ایک اور تبدیلی واقع ہوئی وہ یہ کہ اس کے a کو o سے بدل دیا گیا، اور وہ orange بن گیا۔ اس تبدیلی کی وجہ یہ ہے کہ اس کو لاطینی لفظ or بمعنی «سونا» سے جوڑنے کی کوشش کی گئی ہے، گویا اس کا رنگ سونے کا رنگ ہے۔ اور یہی بگڑی ہوئی فرانسیسی شکل انگریزی میں داخل ہوئی۔

ابرِ نیسان : نیسان سریانی تقویم کے ساتویں مہینے کا نام ہے۔ قدیم زمانے میں یہ مہینہ مارچ اپریل سے مطابقت رکھتا تھا۔ اس لیے یہ موسمِ بہار کا پہلا مہینہ ہے۔ لوگوں میں مشہور ہے کہ نیسان کی بارش کا قطرہ اگر صدف کے

اندر چلا جائے تو موتی بنتا ہے۔ اقبال طلوعِ اسلام میں کہتے ہیں:

سرشکِ چشمِ مسلم میں ہے نیساں کا اثر پیدا
خلیل اللہ کے دریا میں ہوں گے پھر گہر پیدا

عربی اور فارسی میں نَیسان بفتح نون ہے، لیکن عبرانی اور سریانی میں بکسرِ نون۔

شام، لبنان، عراق اور یمن جیسے ملکوں میں آج کل بھی سریانی مہینوں کے نام رائج ہیں، یورپی مہینوں کے نام جنوری، فروری کوئی نہیں جانتا، اسی لیے بعض اخبار اور ریڈیو میں دونوں جنتریوں کے نام یک ساتھ بتائے جاتے ہیں، سریانی مہینوں کے نام حسبِ ذیل ہیں:

سریانی مہینے ۔ کانون الثانی : جنوری، شُباط : فروری، آذار : مارچ، نیسان : اپریل، ایّار : مئی، حزیران : جون، تموز : جولائی، آب : اگست، ایلول : ستمبر، تشرین الأول : اکتوبر، تشرین الثانی : نومبر، کانون الأول : ڈسمبر۔

اٹلس : یونانی دیومالا میں اٹلس (Ατλας) ایک دیو کا نام ہے جو آسمانوں کو اپنے کندھوں پر اٹھائے رہنے پر مامور تھا۔ قدیم زمانے میں

نقشوں کی کتاب کے سرِ ورق پر اس کی تصویر شائع کی جاتی تھی جس میں اسے کرۂ ارضی کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے دکھایا جاتا تھا، اسی بنا پر نقشوں کی کتاب کو اٹلس کہا جانے لگا۔

اس بارے میں ایک اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ اس دیو (اٹلس) کو بعد میں افریقیا کے ایک پہاڑی سلسلہ میں تبدیل کردیا گیا۔ یہ سلسلہ جزائر اور مراکش میں واقع ہے جو جبالِ اطلس کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس سلسلہ کے قریب جو سمندر ہے وہ عربی میں المحیط الأطلسی کہلاتا ہے، اور انگریزی میں Atlantic Ocean۔ یاد رہے کہ لفظ Atlantic اسی Atlas سے مشتق ہے، اور وہ اس کا اسمِ صفت ہے۔

قرآنی حوالہ

افواہ: یہ لفظ جتنا خطرناک ہے اس کی اصل اتنی ہی بے ضرر ہے۔

گو کہ یہ عربی لفظ ہے لیکن عربی میں اس کے وہ معنی نہیں جو اردو میں ہیں۔ عربی میں یہ «فم» بمعنی «منہ» کی جمع ہے، تو «افواہ» کے معنی ہوئے: بہت سارے منہ، قرآن شریف میں ہے ﴿یُرِیدُونَ لِیُطْفِئُوا نُورَ اللهِ بِأَفْوَاهِهِمْ﴾ [سورۂ صف: ۸] یعنی: «وہ اللہ تعالی کی روشنی کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھادینا چاہتے ہیں»۔

یہ لفظ اپنے مفہوم کی صحیح عکاسی کرتا ہے۔ افواہ پھیلانے کا آلہ منہ ہے، اور جتنے منہ ہوں گے اتنی ہی تیزی سے افواہ پھیلے گی۔

اقلیم: خطہ، علاقہ۔

عربی زبان کے بعض علماء نے اسے عربی بتایا ہے، ان کی رائے میں یہ «قَلَم» سے مشتق ہے جس کے معنی کاٹنے کے ہیں۔ چنانچہ ازہری اپنے لغت تہذیب اللغۃ (۸۱/۹) میں لکھتے ہیں: «میں اس کو عربی سمجھتا ہوں، اقلیم کو اقلیم اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ پڑوسی اقلیم سے کٹ کر بنا ہے»۔ فیومی «المصباح المنیر» میں کہتے ہیں: «یہ لفظ قُلامۃ الظُّفر (کٹے ہوئے ناخن) سے ماخوذ ہے؛ کیونکہ اقلیم زمین سے کاٹ کر بنایا گیا ہے»۔

لیکن عربی کے مشہور عالمِ لغت ابن درید اس کو معرّب مانتے ہیں، اپنے لغت جمہرۃ اللغۃ (۳/۳۷۷) میں کہتے ہیں: «یہ ٹھیٹ عربی نہیں ہے»۔

یہی بات صحیح ہے۔ یہ یونانی لفظ «کلیما» (κλιμα) سے ماخوذ ہے جس کے لفظی معنی میلان یا جھکاؤ کے ہیں، اور اس سے سورج کی بنسبت اس خطے کا جھکاؤ مراد ہے۔

چونکہ یہ یونانی لفظ حرف ساکن سے شروع ہوتا ہے، اور یہ عربی میں محال ہے اس لیے حرف ساکن سے پہلے الف بڑھا کر اسے عربایا گیا ہے۔

یہ لفظ انگریزی میں clime کی صورت میں موجود ہے ۔ ملٹن (Milton) کہتا ہے:

"whatever clime the sun's bright circle warms".

CLIMATE

یعنی سورج کے روشن دائرے سے گرم ہونے والا کوئی بھی خطہ۔

انگریزی میں climate بھی اسی لفظ کی دوسری شکل ہے ۔ اس سے مراد وہ آب وہوا ہے جو کسی خاص اقلیم سے متعلق ہو۔

یہ یونانی لفظ انگریزی کے علاوہ یورپ کی دوسری زبانوں میں بھی موجود ہے، چنانچہ اس کی شکل اطالوی میں clima، جرمن میں Klima اور فرنچ میں climat ہے۔

CLIMAX

ایک اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ انگریزی کا climax (بمعنی اوج، اعلیٰ ترین نقطہ) بھی اسی یونانی لفظ سے ماخوذ ہے، اور یونانی میں اس لفظ کے معنی سیڑھی کے ہیں۔ سیڑھی اور اقلیم میں جو بات مشترک ہے وہ ہے جھکاؤ۔

اکسیر : قدیم کیمیا گروں کا دعوی تھا کہ وہ لوہا، سیسہ، تانبا وغیرہ دھاتوں کو سونے میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ اس تبدیلی کے لیے جو مادّہ استعمال کیا جاتا تھا وہ اکسیر کہلاتا تھا۔

زبان شناسوں* کا خیال ہے کہ یہ یونانی لفظ ہے جس کی اصل xerion (ξηριον) ہے جس کے معنی ہیں: خشک چیز، سفوف۔

چونکہ یہ لفظ کافِ ساکن سے شروع ہوتا ہے، اور عربی کا کوئی لفظ حرف ساکن سے شروع نہیں ہوتا اس لیے اس کی ابتداء میں الف بڑھا کر اس کو «اکسیر» کی شکل میں عربایا گیا، پھر حرفِ تعریف کو ملا کر یہ لفظ «الإکسیر» بنا۔

یہ یونانی نژاد عربی لفظ پھر لاطینی میں elixir کی شکل میں داخل ہوا۔ یہ لفظ انگریزی میں بھی موجود ہے۔

فوٹو کاپی کو «زیراکس» کہتے ہیں۔ یہ وہی یونانی لفظ ہے xerox یعنی خشک چیز، سفوف۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں جو روشنائی استعمال کی جاتی ہے وہ سفوف کی شکل میں ہوتی ہے۔

---

* «زبان شناس» کا لفظ میں بمعنی لغوی (linguist) استعمال کر رہا ہوں۔

اکیڈمی: علمی ادبی انجمن۔

یہ لفظ «اکادمی» کی صورت میں بھی لکھا جاتا ہے۔ یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ یہ انگریزی لفظ academy سے ماخوذ ہے، اس کے آگے کی تاریخ شاید کم ہی لوگ جانتے ہوں گے۔

انگریزی اور دوسری یورپی زبانوں میں یہ لفظ یونانی سے آیا ہے، یونانی میں اس کی اصل «اکادیمیا» (Ακαδημεια) ہے۔ یہ ایتھنز کے نواح میں واقع ایک باغ کا نام تھا جہاں افلاطون (۴۲۷-۳۴۷ ق م) کا درس ہوا کرتا تھا۔

البم: تصویریں رکھنے کی بیاض۔

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ یہ انگریزی album سے ماخوذ ہے۔ آیئے آپ کو اس بارے میں کچھ اور دلچسپ باتیں بتائیں۔

album در اصل لاطینی ہے، اور اس کے لفظی معنی ہیں: سفید، اور یہاں «سفید» سے مراد ایسا کاغذ ہے جس پر پہلے سے کچھ لکھا نہ ہو۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ نام کے برخلاف البم کے اوراق بالکل سیاہ

ہوتے ہیں، اور اس پر شاعر کا یہ قول صادق آتا ہے:

برعکس نہند نامِ زنگی کافور

کہ حبشی کا نام کافور رکھ دیا۔

اور ایک قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اردو میں یادداشت کی کاپی کو «بیاض» کہتے ہیں جس کے معنی عربی میں سفیدی کے ہیں، لیکن کاٹ کاٹ کر لکھنے کی وجہ سے اس کے صفحات بالکل سیاہ ہوتے ہیں۔

الجبرا: انگریزی کا algebra عربی لفظ ہے۔

اس علم کے موجد مشہور مسلم ریاضی داں اور ماہرِ فلکیات ابوجعفر محمد بن موسیٰ خوارزمی (۱۶۰-۲۳۲ھ/۷۷۶-۸۴۷ء) تھے۔ اس علم کا نام انہوں نے الجبر والمقابلۃ رکھا تھا۔

«الجبر» لاطینی میں algebra کی شکل میں داخل ہوا، اور وہاں سے دنیا کی دوسری زبانوں میں منتقل ہوا۔

عربی میں مجہول عدد کے لیے «ش» لکھا جاتا ہے جو لفظ «شیء» (کوئی چیز) کا مخفف ہے۔ قدیم ہسپانوی زبان میں «ش» کو «X» لکھا گیا، کیونکہ اس

زمانے کی ہسپانوی زبان میں «X» حرف «ش» کے لیے استعمال ہوتا تھا، جیسا کہ آج تک ہسپانوی کی بہن پرتگالی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس طرح یورپ کی تمام زبانوں میں مجہول عدد کے لیے «X» استعمال ہونے لگا۔

عربی طریقہ حساب کو انگریزی میں algorism کہتے ہیں، ایک اور لفظ algorithm ہے جس کے معنی ہیں: ریاضی کے کسی مسئلہ کو حل کرنے کا خاص طریقہ۔ یہ دونوں الفاظ «الخوارزمی» کی بگڑی ہوئی شکلیں ہیں۔

ہسپانوی زبان میں عدد یا ہندسے کو guarismo کہتے ہیں۔ یہ بھی ہمارے «الخوارزمی» سے لیا گیا ہے، بس ان کے سر پر سے «ال» کی پگڑی اتاردی گئی ہے۔

امرود: ناشپاتی کی شکل کا وہ امریکی پھل جو پندرھویں صدی سے دنیا میں متعارف ہوا ہے۔

«امرود» فارسی لفظ ہے، اور اس کے معنی ہیں: ناشپاتی، جس کو عربی میں کمثری، اور انگریزی میں pear کہتے ہیں۔ جب پندرھویں صدی میں امریکا سے یہ نیا پھل آیا جس کی شکل ناشپاتی سے ملتی جلتی ہے تو اردو بولنے والوں نے اسے امرود کا نام دیدیا۔

جنوبی ہند اور ممبئی میں اس امریکی پھل کو «جام» کہتے ہیں۔ یہ لفظ Malay زبان کا ہے، Malay زبان میں اس کا پورا نام ہے: jambu biji۔

انگریزی میں اس کا نام guava ہے۔ یہ ہسپانوی gvayaba سے ماخوذ ہے۔ اور ہسپانوی زبان نے اس لفظ کو ویسٹ انڈیز کی زبان اراواک (Arawak) سے لیا ہے۔

انچ: فٹ کا بارہواں حصہ۔

انگریزی inch اور ounce ایک ہی لفظ کی دو شکلیں ہیں۔ دونوں کی اصل لاطینی uncia ہے جس کے اصلی معنی ہیں: بارہواں حصہ، اس لیے اس کا اطلاق پاؤنڈ اور فٹ دونوں کے بارہویں حصے پر ہوتا تھا۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ یہ لاطینی لفظ uncia قدیم عربی میں «أوقية» کی شکل میں داخل ہوا۔ uncia سے پہلے «أنــقية» بنا، پھر نون حذف ہو کر «أوقية» بن گیا۔

اندلس: یہ بہت ہی خوبصورت لفظ ہے، اور اس ملک سے مسلمانوں کی شاندار تاریخ وابستہ ہے۔ عہدِ اسلامی کا اندلس تہذیب وتمدن کا گہوارہ، علم وفن کا مرکز، اور معارف وحکمت کا منبع بنا ہوا تھا۔

لیکن لغوی اعتبار سے اس لفظ کی تاریخ لوٹ مار، غارتگری، تہذیب وتمدن کی تباہی کی مترادف رہی ہے۔

چوتھی اور پانچویں صدی عیسوی میں جرمنی کے شمالی مشرقی علاقے سے ایک قوم اٹھی۔ اس نے مغربی یورپ پر حملہ کیا، اور قتل وغارت کا بازار گرم رکھا۔ ۴۵۵ء میں اٹلی کے شہر روم (Rome) کو تاخت وتاراج کیا، وہاں کے گرجا گھروں کو مسمار کیا۔ اس قوم کا نام ونڈل (Vandals) ہے، اسی لفظ سے انگریزی اور دوسری یورپی زبانوں میں (vandalism) کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں: علوم وفنون کو تباہ کرنا، ہر خوبصورت چیز کو پامال کرنا۔

اس قوم کے کچھ لوگ جنوبی ہسپانیہ میں بس گئے، جس کی وجہ سے اس علاقے کا نام «ونڈلوسیا» پڑ گیا۔ بعد میں جب اس لفظ کا سر کٹ گیا تو یہ «انڈلوسیا» بن گیا، پھر یہ علاقہ تہذیب وتمدن کا گہوارہ بنا، اور اس لفظ نے «اندلس» کی نہایت ہی حسین صورت اختیار کرلی۔

انگریز: Platts نے اپنی اردو انگریزی ڈکشنری میں لکھا ہے کہ «انگریز» لفظ «انگلش» کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ دراصل یہ لفظ پرتگالی ہے، اور پرتگالی میں اس کی شکل ہے: Ingles۔ اردو میں اس کے «ل» کو «ر» سے بدل دیا گیا ہے، اور «س» کو «ز» سے۔ اس کا الف مفتوح ہے، لیکن کچھ لوگ کسرے کے ساتھ «اِنگریز» بھی بولتے ہیں، اور پرتگالی میں یہی اصل ہے۔

فرنچ میں بھی Anglaise (آنگلیز) ہے، لیکن یہ مؤنث ہے، اس کا مذکر Anglais ہے جس میں آخر کا (s) پڑھا نہیں جاتا، اور اس کا تلفظ ہے «آنگلے»۔

پرتگالی لفظ اپنی اصلی شکل میں لفظ «انگلستان» میں موجود ہے جس میں «ل» اور «س» اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں۔

اولمپکس: اولمپس شمالی یونان میں واقع ایک پہاڑ کا نام ہے۔ قدیم یونانیوں کا عقیدہ تھا کہ یہ پہاڑ دیوتاؤں کا مسکن ہے۔ اس پہاڑ کے دامن میں یونانی ہر چار سال میں ایک بار مختلف کھیلوں کا انتظام کرتے تھے، اور اس پہاڑ کی مناسبت سے یہ کھیل اولمپی کھیل کہلاتے تھے۔ ۱۸۹۶ء میں

اس قدیم روایت کا احیاء عمل میں آیا، اور اس وقت سے یہ کھیل چار سال میں ایک بار مختلف ملکوں میں منعقد کیے جا رہے ہیں۔

ہر چار سال میں ہونے والے اس جشن کو اولمپیاد Olympiad کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ پہلا اولمپیاد ۷۷۶ ق م میں منعقد ہوا تھا۔

ایمبولینس: مریضوں اور زخمیوں کو ہسپتال پہنچانے والی گاڑی۔

انگریزی کا ambulance پہلے ambulant کہلاتا تھا۔ ابتداء میں فرنچ میں اس کا پورا نام hopital ambulant تھا جس کے معنی ہیں: چلتا پھرتا ہسپتال۔

پہلے پہل اس لفظ کا استعمال جنگِ کریمیا (Crimeam war) کے موقع پر ہوا، اور ابتداء میں اس کا اطلاق متحرک فوجی ہسپتال پر ہوتا تھا۔

ambulant اصلاً لاطینی لفظ ہے، اور اسی سے انگریزی میں ambulate بمعنی چلنا پھرنا ماخوذ ہے۔

بائیکاٹ: اس کا انگریزی کے boycott سے ماخوذ ہونا تو سبھی جانتے ہیں، لیکن اس لفظ کی تاریخ سے شاید کچھ ہی لوگ واقف ہوں گے۔

دراصل یہ لفظ ایک شخص کا نام ہے Captain C.C. Boycott (1832-97) جو آئر لینڈ میں کاؤنٹی مایو کا ایک زمیندار تھا، Irish Land League نامی کرایہ داروں کی یونین نے ایک مرتبہ اس کا حقہ پانی بند کر دیا تھا۔ اس وقت سے اس بیچارے کا نام "قطع تعلق" کے مترادف بن گیا۔ یہ لفظ ان معنوں میں یورپ کی بیشتر زبانوں میں داخل ہو چکا ہے۔ ذیل میں اس کی کچھ مثالیں دی جاتی ہیں:

انگریزی	to boycott
فرانسیسی	boycotter
اطالوی	boicottare
ہسپانوی	boicotear
پرتگالی	boicotar
جرمن	boikottieren
جدید یونانی	μπουκοταρω

بسکٹ : یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ «بسکٹ» انگریزی لفظ biscuit سے ماخوذ ہے، آیئے اب اس کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کریں۔

یہ لفظ فرنچ سے انگریزی میں آیا ہے۔ قدیم فرنچ میں اس کا املاء bescuit یا bescoit تھا۔آج کل اس کا املا وہی ہے جو انگریزی میں ہے۔

یہ لفظ لاطینی ہے اور اس کی اصل biscoctum ہے جس کے لفظی معنی ہیں: «دو بار پکی ہوئی» یعنی دو بار پکی ہوئی روٹی۔ bis کے معنی ہیں: «دو بار»، اور coctum کے معنی ہیں: «پکی ہوئی» اس نام میں بسکٹ کی تیاری کے قدیم طریقے کی طرف اشارہ ہے۔

یہ لفظ انگریزی میں سولہویں صدی سے لیکر اٹھارویں صدی تک bisket کی شکل میں لکھا جاتا تھا، اور آج تک اس کو bisket ہی پڑھا جاتا ہے۔ لیکن بعد میں اس کے لیے فرنچ املا اختیار کرلیا گیا حالانکہ اس کا تلفظ وہی رہا جو پہلے تھا، فرنچ کی طرح اس کو «بسکوی» نہیں پڑھا جاتا۔

اس املا کی تبدیلی کے بارے میں Oxford English Dictionary کے مصنفین کہتے ہیں:

The current (biscuit) is a senseless adoption

of modern French spelling without the French pronunciation.

یعنی: اس لفظ کے لیے جدید فرانسیسی کے املاء کا اختیار کرنا ایک لایعنی عمل ہے۔

بغداد : اس کے لفظی معنی ہیں «خداداد»۔

قدیم فارسی میں «بغہ» اور «بگہ» خدا کے معنوں میں آیا ہے۰ یہی لفظ سنسکرت میں «بھگوت» (भगवत) کی شکل میں موجود ہے، اور اسی سے ہندی میں «بھگوان» بمعنی «خدا» ہے۔

فارسی میں «بغ» کی جگہ «فغ» بھی آیا ہے۰ اسی سے «فغپور» یا «فغفور» ہے جس کے لفظی معنی «پسر خدا» ہے (فغ + پور) اور یہ شاہانِ چین کا لقب ہے۔

فردوسی کہتے ہیں: نہ فغفور چین و نہ سالار سند

ناصر خسرو کہتے ہیں: چو مرگ آید چہ دربان و چہ فغفور

اقبال کہتے ہیں: یقین پیدا کر اے ناداں یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

اسی مناسبت سے فارسی میں فغفوری عمدہ چینی کے برتن کو بھی کہتے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ روسی زبان میں خدا کے لیے ((بوگ)) (бог) بولا جاتا ہے۔

بقراط: مشہور یونانی طبیب جسے بابائے طب کہا جاتا ہے۔ مسدس حالی کا پہلا بیت ہے: کسی نے یہ بقراط سے جاکے پوچھا

مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا

یونانی میں اس کا نام ہے Hippocrates (Ιπποκρατης) جسکا معرّب بقراط ہے۔ عربی میں داخل ہونے کے دوران اس کا پہلا حرف (ھ) ضائع ہوگیا ہے۔

اس کی پیدائش ۴۶۰ ق م میں ہوئی، اور وفات ۳۷۷ میں۔ یہ افلاطون کا ہم عصر تھا۔ میڈیکل کے طلبہ سند حاصل کرنے کے موقعہ پر جو عہد کرتے ہیں وہ بقراط ہی کی طرف منسوب ہے، اور انگریزی میں Hippocratic oath کہلاتا ہے؛ یعنی بقراطی قسم۔

Medical Oath

بلغم: یہ یونانی لفظ سے معرّب ہے۔ اس کی یونانی اصل φλεγμα (phlegma) ہے، اور اس کا تلفظ ہے ((فلگما))، یہ phlegein سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: جلنا۔ طبِّ یونانی کے حکماء کا خیال تھا کہ بلغم جسمانی گرمی سے پیدا ہوتا ہے۔

یہ لفظ یورپی زبانوں میں بھی موجود ہے۔ انگریزی میں اس کی شکل ہے phlegm۔ اس میں حرف g پڑھا نہیں جاتا، لیکن لفظ phlegmatic (بلغمی) میں پڑھا جاتا ہے۔

فرانسیسی میں f سے لکھتے ہیں (flegme) اور اس میں g پڑھا جاتا ہے۔ اطالوی میں حرف g لکھا بھی نہیں جاتا (flemma)۔ اور اسی طرح ہسپانوی میں بھی (flema)۔ جرمن میں بالکل اصلی یونانی کی شکل میں پایا جاتا ہے: Phlegma، اور اگر یہ لفظ عربی میں یونانی سے براہِ راست داخل ہوتا تو اس کا پہلا حرف ((ف)) ہوتا جیسا کہ یورپی زبانوں میں ہے، لیکن یہ عربی میں براہِ سریانی داخل ہوا، سریانی میں اس کا پہلا حرف ((پ)) ہے جو عربی میں ((ب)) بنا۔ اس لفظ کی سریانی شکل یہ ہے ܦܠܓܡܐ (plegma)۔

بندوق: مشرقی یورپ اور ترکی کے درمیان واقع بحرِ اسود (Black Sea) کا قدیم یونانی نام «پُنْٹس» (Ποντος / Pontus) تھا۔ اور اسی مناسبت سے بحر اسود کے جنوب مشرق میں واقع ملک کو بھی پُنْٹس کہتے تھے۔ یہ ملک ایک میوہ کے لیے بہت مشہور ہے جس کا اردو میں کوئی نام نہیں۔ انگریزی میں اس کو ہیزل نٹ (hazel nut) کہتے ہیں۔ یونانی میں اس میوہ کو «پنْٹِکس» (ποντικος/ ponticus) کہتے ہیں، جس کے معنی ہیں: پنٹسی، پنٹس کی طرف منسوب۔

یہی یونانی لفظ فارسی میں «پندق» کی صورت میں داخل ہوا۔ پھر فارسی سے عربی میں «بندق» کی شکل میں آیا۔

بندق گول ہوتا ہے، اور اس کا خول بہت سخت، اور یہ پتھر یا کانچ کی گولی کی طرح ہوتا ہے، اس لیے فارسی میں یہ لفظ مٹی یا پتھر کی گولی کے لیے بھی بولا جانے لگا۔ پھر اس کا اطلاق اس آلے پر بھی ہونے لگا جس کے ذریعہ گولی پھینکی جائے، یعنی بندوق۔

بورژوا: کمیونسٹوں کی اصطلاح میں صاحبِ جائداد یا تاجر۔

فرنچ میں bourgeois ہے جس کی اصل لاطینی میں burgensis

ہے جس کے معنی ہیں: شہر میں بسنے والا۔

بینک: بینک میں روپے پیسے کی ریل پیل ہے، لیکن اس لفظ کو کرید کر دیکھیں تو پتا چلے گا کہ پہلے اس لفظ میں روپے پیسے کی بو باس تک نہیں تھی۔ آپ کو یہ جان کر تعجب ہوگا کہ bank اور bench ایک ہی لفظ کی دو شکلیں ہیں، اور «بینک» سے مراد صیرفی کی وہ بینچ ہے جس پر وہ پیسے کا لین دین کرتا تھا۔

«ک» کا «چ» ہوجانا ایک معروف صوتی تبدیلی ہے جو بہت ساری زبانوں میں پائی جاتی ہے، اس کو انگریزی میں fronting of k کہا جاتا ہے۔ اردو میں اس کی مثال «بکری» اور «بیچنا» ہے، پہلے میں «ک» اور دوسرے میں «چ» ہے۔

انگریزی کی کچھ مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

milk میں k ہے، دودھار گائے کو milch cow کہتے ہیں جس میں ch ہے۔

اسی طرح bake میں k ہے، اور batch میں ch، لفظ batch کے

اصلی معنی ہیں: روٹیوں کی گھان۔

عربی میں «تیرا، تیری، تیرے» کے لیے «كَ» اور «كِ» ہے، «كَ» مذکر کے لیئے، اور «كِ» مؤنث کے لیے۔ قدیم زمانے میں بعض قبائل «كِ» کی بجائے «چِ» کہتے تھے، قیس کا ایک مشہور شعر ہے جس میں لیلیٰ کے بارے میں کہتا ہے:

وَ عَيناکِ عَيناها وَ جِيدُکِ جِيدُها   وَلَكِنَّ عَظمَ السَّاقِ مِنکِ دَقِيقُ

وہ ایک ہرنی سے مخاطب ہوکر کہتا ہے: کہ تیری آنکھیں لیلیٰ کی آنکھوں کی طرح ہیں، اور تیری گردن اس کی گردن کی طرح، مگر تیری پنڈلی کی ہڈی بہت پتلی ہے۔

اس شعر میں «كِ» کو «چِ» پڑھا جاتا ہے۔ علمائے لغت اس صوتی تبدیلی کو «کشکشہ» کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ خلیج اور عراق کی عربی میں آج بھی مرد کے لیے «كَ» اور عورت کے لیے «چِ» کہا جاتا ہے۔

بینگن: دسترخوان پر اس کی اہمیت ہو نہ ہو، زبانوں کی دنیا میں اس لفظ نے بڑے لمبے لمبے سفر کیے ہیں۔

«بینگن» کی اصل سنسکرت میں «ونگن» वंग: ہے۔ شاید اس کے معنی بنگالی کے ہیں، یعنی بنگالی سبزی۔

سنسکرت میں اس کے لیے ایک اور نام بھی ہے، اور وہ ہے «واتنگن» वातिंगण: یہ دوسرا لفظ سنسکرت سے فارسی میں «باتنگان» کی صورت میں داخل ہوا۔ اس میں «ت» کی جگہ «د» بھی آتا ہے یعنی «بادنگان»، اور «گ» کی جگہ «ج» بھی یعنی «بادنجان»۔ فارسی سے اس نے عربی زبان کا رخ کیا، اور وہاں اس نے «باذنجان» کا لبادہ اوڑھا۔ پھر عربستان سے طویل سفر طے کرکے ہسپانیہ پہنچا، ہسپانوی زبان میں بھیس بدل کر berenjena کی شکل میں داخل ہوا۔ ہسپانیہ سے قریب ہی پرتگال ہے، وہاں چل کر اس نے کچھ اور ہی گل کھلائے، آخری نون کو لام سے بدل کر berenjela بن گیا۔

اب اتنی دور کا سفر طے کرنے کے بعد برطانیہ عظمیٰ گئے بغیر کیسے رہ سکتا تھا۔ چنانچہ انگریزی میں داخل ہوا تو اپنی پرتگالی شکل میں تھوڑی سی cosmetic تبدیلی کرکے brinjal بنا۔

brinjal کو یہیں ولایت میں چھوڑ کر ہم ہسپانیہ لوٹتے ہیں، ہم نے تھوڑی دیر پہلے دیکھا تھا ہسپانوی زبان میں اس نے berenjena کا

روپ دھارا تھا، اس کے علاوہ ایک اور روپ بھی دھارا، عربی کا حرفِ تعریف «ال» لگا کر چاہا کہ خالص عربی الفاظ میں شامل ہو جائے۔ چنانچہ ہسپانوی زبان میں اس کی ایک شکل alberengena بھی ہے۔

اب «ال» کی دستار باندھ کر فرانسیسی میں داخل ہونا چاہا، آپ جانتے ہوں گے کہ فرانسیسی زبان کو «al» سے چڑ ہے، اسے جہاں بھی «al» نظر آتا ہے اسے «au» سے بدل دیتی ہے، چنانچہ اس نے palm کو paume کر دیا، اور altar کو بدل کر autel بنا دیا۔ ہمارے alberengena کے ساتھ بھی یہی کتر بیونت ہوئی۔ سلسلہ Pyrenees پار کر کے جب یہ فرانس میں داخل ہوا تو اس کی شکل aubergine ہو چکی تھی۔ اس مسخ شدہ لفظ کو بھی بعض زبانوں نے ہاتھوں ہاتھ لے لیا، چنانچہ یہ لفظ جرمن، ڈچ، سویڈش وغیرہ میں aubergine کی شکل میں ہے۔

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ الحمد للہ بینگن کا سفر نامہ ختم ہوا، میں کہتا ہوں تھوڑا سا اور صبر کر لیجئے کیونکہ اس کے سفر کا ایک اور sector ابھی باقی ہے، اور وہ ترکی ہے۔ یہاں اس لفظ نے ایک نیا سوانگ بھرا، ترکی زبان میں اس نے «ب» کو «پ» اور پہلے «ن» کو «ل» سے بدل دیا،

اور «پاطلیجان» (patlıcan) بن گیا۔ اس لفظ کو ترکی زبان نے بلقان میں واقع اپنے ماتحتی ملکوں کی زبانوں میں داخل کر دیا۔ سابق یوگوسلاویا کی سربوکروٹن زبان میں یہ patlidžan کی شکل میں، اور البانی زبان میں patëllxhan کی شکل میں داخل ہوا۔ انہیں زبانوں کے ذریعہ روسی زبان میں بھی جا گھسا، وہاں اس نے پھر رنگ بدلا، اور «بکلژان» (баклажан) بن بیٹھا۔

اب مجھے اس پا بر کاب راہی سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے ورنہ یہ پوری کتاب اسی کی نذر ہو جائیگی۔

یہ رہی بینگن کی داستان جو اپنی بے مزگی کے باوجود پوری دنیا پر چھا گیا ہے۔

پاپلین: ایک قسم کا کپڑا جس میں سلک کی آمیزش ہوتی ہے۔

انگریزی poplin سے ماخوذ ہے۔ اس کی اصل اطالوی میں papalina ہے جس کے معنی ہیں: پاپائی، پاپائے روم سے تعلق رکھنے والا۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ کپڑا فرانس کے شہر ((اوینیون)) (Avignon) میں تیار ہوتا تھا، اور یہ شہر ۱۳۵۹ سے ۱۷۹۱ء تک پاپائی شہر تھا یعنی پاپائے روم کے ماتحت تھا۔ اس شہر میں آج تک سلک تیار کرنے والے موجود ہیں۔

پتلون: اٹلی کے سولھویں صدی کے کامک ڈراموں میں ((پنٹلونے)) Pantalone نامی ایک مستقل کردار (کیرکٹر) ہوا کرتا تھا جو شہرِ وینس کے ایک عیار تاجر کی عکاسی کرتا تھا۔ اس کا مستقل لباس ایک قسم کا تنگ پائجامہ ہوتا تھا۔

بعد میں ((پنٹلونے)) کا اطلاق اس کے پائجامہ پر ہونے لگا۔ فرنچ میں یہ لفظ pantalon کی شکل میں داخل ہوا۔ اور پھر فرنچ سے انگریزی میں pantaloon کی شکل میں آیا۔ انگریزی سے اردو میں جب داخل ہوا تو اس کا پہلا نون غائب ہوگیا، اور ((پنٹلون)) سے ((پتلون)) بن گیا۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ دراصل Pantaleone شہرِ وینس کے ایک نصرانی سینٹ تھے، اور اسی مناسبت سے ناٹک کے اس کیرکٹر کا نام Pantalone رکھا گیا تھا۔

ذرا غور فرمائیے کہ مرورِ زمانہ نے اس سینٹ کے نام کی کیا گت بنادی۔

پرولتاریہ: سماجی اور اقتصادی لحاظ سے معاشرہ کا سب سے نچلا طبقہ۔ کمیونسٹوں کی اصطلاح میں محنت کشوں کا طبقہ۔

انگریزی میں proletariat لاطینی سے ماخوذ ہے۔ لاطینی میں اس کی اصل proletarius ہے، اور وہ proles سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں: اولاد۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ لوگ ریاست کی مدد صرف اپنی اولاد سے کرتے تھے، یعنی ریاست کی خدمت کے لیے اپنی اولاد پیش کرتے تھے، اعلیٰ طبقوں کے طرح وہ مال ومنال سے ریاست کی مدد سے معذور تھے۔

ترياق: زہر سے بچانے کی دوا۔ سعدی شیرازی گلستان میں فرماتے ہیں: «تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود» یعنی: جب تک عراق سے تریاق لایا جائے سانپ کا ڈسا تو مر جائے گا۔

یہ یونانی لفظ ہے، یونانی زبان میں «شیر» (θηρ) کے معنی ہیں: درندہ، جنگلی جانور، زہریلا جانور، اسی سے مشتق اسم صفت «شیریاکے» (θηριακη) ہے یعنی زہریلے جانور سے متعلق، بعد میں اس کا اطلاق اس دوا پر بھی ہونے لگا جو زہریلے جانور کی کاٹ کے علاج کے لیے دی جائے۔

یہی یونانی لفظ عربی میں «تریاق» کی صورت میں داخل ہوا۔ اسی یونانی لفظ سے انگریزی میں theriac آیا جس کے معنی بھی تریاق کے ہیں، لیکن یہ لفظ اب متروک ہو چکا ہے۔ اسی لفظ کی ایک اور صورت treacle ہے، یہ پہلے تریاق کے معنی میں بولا جاتا تھا، چنانچہ ۱۴۰۰ء کی مندرجہ ذیل عبارت میں یہ تریاق کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے:

This oyntement is precyous ... for it is tryacle made of venym to destroy venym*.

---

* ملاحظہ فرمایئے Oxford English Dictionary۔

یہ عبارت آج کل کے املاء میں اس طرح ہوگی:

This ointment is precious ... for it is treacle made of venom to destroy venom.

لیکن آجکل لفظ treacle کے معنی بدل گئے ہیں، اب اس لفظ سے وہ شیرہ مراد ہے جو شکر کی تلچھٹ سے نکلتا ہے۔

تماشا: اس کے معنی ہیں ایسا دلچسپ منظر جو تفریح کی خاطر دیکھا جائے۔ فارسی کا شاعر کہتا ہے:

بجرم عشق تو ام می کشند غوغای ست

تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشای ست

یعنی: تیرے عشق کے جرم میں مجھے قتل کیا جا رہا ہے، شور و غل بپا ہے۔ تو بھی بر سر بام آ کے دیکھ کہ اچھا تماشا ہے۔

غالب کہتے ہیں:

جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو   اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا

یہ عربی لفظ ہے، لیکن اردو میں فارسی کے ذریعہ آیا ہے، اس کی اصل مَشّی

یَمشی ہے جس کے معنی ہیں : چلنا۔ بابِ تفاعل میں آکر یہ تَماشی بن جاتا ہے، جیسے تَماشَی النّاس : لوگ ایک ساتھ ملکر چلے۔ اور لوگوں کا ایک ساتھ ملکر چلنا واقعی تماشا ہے؛ لوگ جمع ہو کر دیکھنے لگتے ہیں کہ کیا بات ہے، یہ کون لوگ ہیں ہڑتالی ہیں یا باراتی ؟

عربی میں تماشَی کا مصدر تَماشِ (التماشی) ہے۔ لیکن فارسی میں تماشا۔

ایک قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ یہ لفظ اردو سے مدراس کی تمل زبان میں بصورت تماش (தமாஷ) داخل ہوا جس کے معنی ہیں : مذاق، دل لگی، لطیفہ۔

جالینوس : مشہور یونانی حکیم وطبیب۔ یونانی میں اس کا پورا نام «کلودیوس گالینوس» (Κλαυδιος Γαλενος) ہے۔

انگریزی میں اس کا نام Galen ہے جس میں سے یونانی زبان کی اعرابی علامت os حذف کر دیا گیا ہے۔

اس کی پیدائش ایشیائے کوچک کے شہر پرگامُم (Pergamum) میں ۱۲۹ء میں ہوئی، اور وفات شہرِ روم میں ۱۹۹ء میں۔

اس کی اکثر کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا گیا، بعد میں انہیں عربی ترجموں کا لاطینی ترجمہ ہوا۔ ان کتابوں کی یونانی اصل ضائع ہو چکی ہے، اور صرف عربی ترجمہ باقی ہے۔

جرنلزم : جرنلزم کا «دن» سے کیا تعلق ہے؟ تعلق یہ ہے کہ انگریزی کا journal دراصل لاطینی diurnalis کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ اور اس لاطینی لفظ کے معنی ہیں : یومیہ، روزانہ۔ یہی لفظ انگریزی میں diurnal کی شکل میں موجود ہے۔

قدیم فرنچ میں diurnal بگڑ کر journal بن گیا، کیونکہ d کے بعد

اگر «ی» کی آواز ہو تو پھر d بدل کر j بن جاتا ہے، اسی بنا پر education, graduate وغیرہ کی d کو «j» پڑھا جاتا ہے۔

اسی بنا پر journal ابتداء میں «یومیہ» کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا، چنانچہ شیکسپیر کہتا ہے:

Ere twice the sun hath made his journal greeting.

ترجمہ: قبل اس کے کہ سورج دوبار اپنا یومیہ سلام پیش کرلے......یعنی دو دن گذرنے سے پہلے۔

پھر اس لفظ کا اطلاق روزنامے پر ہونے لگا، کیونکہ وہ ہر روز شائع ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد ہر میعادی اشاعت (periodical) پر ہونے لگا۔

یہاں ایک اور دلچسپ بات سناتا چلوں: انگریزی کا journey لفظ journal کا بھائی ہے۔ ابتداء میں اس کے معنی تھے: ایک دن میں کیا جانے والا کام، یا ایک دن کا سفر، مسافت جو ایک دن میں طے کی جائے، قرونِ وسطی میں یہ مسافت ۲۰ میل تصور کی جاتی تھی۔ بعد میں ان تمام قید و بند سے آزاد ہو کر یہ لفظ صرف سفر کے لیے مختص ہو گیا۔

جلّاب: اس کے معنی ہیں مُسْہل، اردو میں اس کا لام مشدّد ہے، اور ہندی میں مخفف (जुलाब)۔

عربی میں جُلاب کے معنی ماء الورد کے ہیں، اور یہ فارسی لفظ «گلاب» کا معرّب ہے۔ اردو میں «گلاب» اس پھول کو کہتے ہیں جس کا انگریزی نام rose ہے، لیکن فارسی میں اس کے معنی ماء الورد کے ہیں، اور اس پھول کا نام «گل» ہے، اور «آب» کے معنی پانی، تو «گلاب» کے معنی ہوئے: گل کا پانی یا عرق۔

چونکہ گلاب میں دست آور مادہ ہے اس لیے جُلاب مسہل کا مترادف بن گیا۔ بعض علاقوں میں عوام لفظ «جلاب» کا اطلاق سبب کی جگہ مسبَّب پر کرتے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ یہ معرّب لفظ ہسپانوی زبان میں julepe کی شکل میں داخل ہوا۔ اور وہاں سے دوسری یورپی زبانوں میں بھی لیا گیا ہے، چنانچہ انگریزی میں بصورت julep مستعمل ہے جس کے معنی ہیں: ایک دوا آمیز میٹھا مشروب۔ اور انہیں معنوں میں اطالوی میں بصورت giulebbe موجود ہے۔

جلوس: عربی میں جلوس کے معنی بیٹھنے کے ہیں۔ لیکن یہ لفظ جب ہندوستان پہنچا اور اردو میں داخل ہوا تو اٹھ کھڑا ہوا اور چل پھرنے لگا، اور اس کے جلو میں ہزاروں لوگ چلنے لگے۔ یہ اردو کا کرشمہ ہے کہ بیٹھے ہوؤں کو چلادے، اور چلنے والوں کا تماشہ بنادے *۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا، خرد کا جنوں — جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

جمنازیم: ورزش گاہ۔

انگریزی gymnasium یونانی سے ماخوذ ہے۔ یونانی میں اس کا املاء ہے γυμνασιον ، اور اس کے لفظی معنی ہیں: «ننگے ہوکر ورزش کرنے کی جگہ»، یہ لفظ γυμνος سے ماخوذ ہے جس کے معنی ننگے کے ہیں۔ یونانی میں «ننگے ہونے» اور «ورزش کرنے» کے لیے ایک ہی اصل سے ماخوذ الفاظ استعمال ہوتے ہیں، اس سے پتا چلتا ہے کہ قدیم یونانی ورزش کرتے وقت لباس کے قید وبند سے بالکل آزاد ہوجاتے تھے۔

---

* ملاحظہ ہو: لفظ تماشہ۔

قدیم یونانی جمنازیم میں ورزش کے علاوہ تعلیم کا بھی انتظام تھا، چنانچہ اس میں فلسفہ، ادب اور موسیقی جیسے مضامین پڑھائے جاتے تھے۔ اسی لئے آجکل کی یونانی میں «جمنازیم» ہائی اسکول کو کہتے ہیں، اور یہی اصطلاح جرمن زبان میں بھی رائج ہے۔

جنوری: انگریزی کا January لاطینی سے ماخوذ ہے۔

قدیم اٹلی کے لوگ «یانُس» (Janus) نامی ایک دیوتا کو مانتے تھے جس کے بارے میں ان کا عقیدہ تھا کہ وہ دروازوں کی حفاظت کرتا ہے۔ نیز ہر کام کی ابتداء کی نگرانی بھی اس کے ذمہ ہے۔

ان کے عقیدے کے مطابق اس کے دو چہرے تھے، ایک آگے کی طرف، دوسرا پیچھے کی طرف تاکہ دروازوں کی حفاظت کرتے وقت اس کی نگاہ آنے والوں پر بھی ہو اور جانے والوں پر بھی۔

قدیم رومی تقویم میں سال کی ابتداء مارچ سے ہوتی تھی۔ لیکن چونکہ یانُس دیوتا کے ذمہ ابتداء وافتتاح کی نگرانی بھی شامل تھی اس لیے مناسب یہ سمجھا گیا کہ سال کی ابتداء میں یانس کا عمل دخل رہے۔ چنانچہ مہینوں کی ترتیب بدل کر Januarius کو پہلا مہینہ بنادیا گیا۔ اس لفظ کے لفظی

معنی ہیں: یانُسی، یانس کی طرف منسوب۔ یاد رہے کہ لاطینی زبان میں حرف «j» کو «ی» پڑھا جاتا ہے۔

دیگر مہینوں کی اصل اور تاریخ کا ذکر بھی مناسب ہوگا:

فروری: انگریزی February کی اردو شکل ہے۔

قدیم اٹلی میں اس مہینے کی ۱۵ تاریخ کو کفارہ وتطہیر کی ایک عید منائی جاتی تھی جس کا نام februa تھا، اسی مناسبت سے اس مہینے کا نام februarius رکھا گیا جو انگریزی میں February بنا۔

مارچ: انگریزی لفظ March لاطینی Martius سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں «مریخی» یعنی سیارہ مریخ کا مہینہ۔

اپریل: انگریزی کا April لاطینی Aprilis سے ماخوذ ہے۔

مئی: انگریزی May کی اردو شکل ہے۔

قدیم اٹلی کی دیومالا میں «مایا» (Maia) نامی دیوی تھی، یہ مہینہ اسی کے نام سے منسوب ہے، اور لاطینی میں اس مہینے کا نام Maius ہے، یعنی مایا کی طرف منسوب۔

جون: انگریزی June لاطینی Junius سے ماخوذ ہے۔ یہ مہینہ قدیم

اٹلی کے دیوتا «یونو» (Juno) کے نام سے موسوم ہے۔

جولائی: انگریزی July لاطینی Julius سے ماخوذ ہے۔

اس مہینے کا قدیم نام Quintilis تھا جس کے معنی ہیں: پانچواں۔ جب سال کی ابتداء مارچ سے ہوتی تھی تو اس وقت یہ پانچواں مہینہ ہوتا تھا۔

قیصرِ روم جولیس سیزر اس مہینے میں پیدا ہوا تھا، اس کے اعزاز میں اس کا نام بدل کر Julius کر دیا گیا۔

اگست: انگریزی August لاطینی Augustus سے ماخوذ ہے۔

اس مہینے کا قدیم نام Sextilis تھا یعنی چھٹا۔ چونکہ پہلے قیصرِ روم اگست (August) کی پیدائش اس مہینے میں ہوئی تھی اس لیے اس کا نام بدل کر Augustus کر دیا گیا۔

ستمبر، اکتوبر، نومبر اور دسمبر کے معنی علی الترتیب یہ ہیں: ساتواں، آٹھواں، نواں اور دسواں۔

لاطینی انڈو یوروپین (Indo-European) زبان ہے، اور اس لیے سنسکرت اور فارسی کی بہن ہے۔ بنا بریں ان زبانوں کے درمیان بہت سارے الفاظ مشترک ہیں۔

چنانچہ September میں -sept بمعنی سات ہے، اور وہ ہو بہو سنسکرت کے «سپت» کی طرح ہے، فارسی میں «سپت» کی جگہ «ہفت» ہے۔

اور October میں -oct بمعنی آٹھ سنسکرت کے «اشٹ» اور فارسی کے «ہشت» سے قریب ہے۔

November میں -nov سنسکرت کے «نو» اور فارسی کے «نُہ» کے قریب ہے۔

December میں -dec بمعنی دس سنسکرت کے «دش» اور فارسی کے «دہ» سے قریب ہے۔

آخر میں ایک ایسا لفظ بتاتا چلوں جو ان تین زبانوں میں ایک دوسرے سے بالکل قریب ہے: گھٹنے کے لیے فارسی میں «زانو» ہے، سنسکرت میں «جانو» (जानु) اور لاطینی میں genu جس سے انگریزی میں genuflexion بمعنی رکوع ماخوذ ہے۔

جوبلی: کسی واقعے کے پچاس سال مکمل ہونے پر منائی جانے والی تقریب۔

یہ دراصل یہودیوں کی عید ہے، یہ عید پچاس سال میں ایک مرتبہ منائی جاتی ہے اور اس موقعہ پر غلاموں کو آزاد کیا جاتا ہے، قرضے معاف کیے جاتے ہیں، اور غصب شدہ چیزیں واپس کردی جاتی ہیں۔ اور اس جشن کا اعلان مینڈھے کے سینگ میں پھونک کر کیا جاتا تھا۔

انگریزی میں اس کا املاء jubilee ہے، اسی سے jubilation کا لفظ مشتق ہوا ہے جس کے معنی جشن منانے کے ہیں۔

یہ عبرانی لفظ ہے، اور اس زبان میں اس کی اصل «یوبیل» (יובל) ہے جس کے معنی ہیں: مینڈھے کا سینگ۔ عربی میں اسے «یوبیل» کہتے ہیں۔

مسلمانوں کو اس لفظ کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہئے۔

جہاز: بہت بڑی کشتی کو کہتے ہیں۔ یہ عربی لفظ ہے، لیکن عربی میں اس کے یہ معنی نہیں ہیں۔ عربی میں اس کے معنی ہیں: ساز وسامان، اور خاص کر تین قسم کے لوگوں کے ساز وسامان: مسافر، میت اور دلہن۔

☆ مسافر کے ساز وسامان سے مراد اس کا رختِ سفر ہے، سورۂ یوسف،

میں ہے ﴿فلما جهّزهم بجهازهم ......﴾ [آیت: ۷۰] یعنی: جب حضرت یوسفؑ نے ان کے (یعنی بھائیوں کے) رختِ سفر باندھنے کا انتظام فرمادیا......۔

اسی رختِ سفر کے مفہوم سے بڑی کشتی کا تصور پیدا ہوا؛ کیونکہ سفر میں سب سے اہم چیز وسیلہ نقل وحمل ہے۔

☆ میت کے سازو سامان سے مراد کفن دفن کے اسباب ہیں۔ اردو میں اس کے لیے «جہاز» کا لفظ تو مستعمل نہیں، البتہ اس سے مشتق شدہ ایک لفظ «تجہیز» کا استعمال ہوتا ہے۔ «تجہیز» کے ساتھ «تکفین» کو بھی جوڑ دیا جاتا ہے۔

☆ دلہن کے جہاز پر اتنا سامان لدا کہ اس کی پیٹھ خمیدہ ہوگئی، اور وہ «جہاز» سے «جہیز» بن گیا۔

HUNCHED BACK

جب یہ کبڑا لفظ ہندی میں داخل ہوا تو اس کا چہرہ بھی مسخ کردیا گیا، اور وہ «جہیز» سے «دہیز» दहेज میں تبدیل ہوگیا۔

بات سے بات نکلتی ہے، جنوبی مصر کے شہر سوہاج کے لوگ «ج» کو «د» بولتے ہیں۔ کچھ تیس سال پہلے کی بات ہے میں مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا، ایک شخص میرے پاس آیا اور خط لکھنے کی درخواست کی۔ یہ شخص مصری تھا،

اور شکل وصورت سے مزدور لگتا تھا، مجھے کاغذ دیکر خط املا کرانے لگا۔ پہلے ہی جملے سے میں سمجھ گیا کہ وہ سوہاج کا رہنے والا ہے، اس نے کہا تھا: «حضرة الحاد مادد» یعنی «حضرة الحاج ماجد»۔ وہ جہاں جہاں غلط «د» بولتا تھا میں اس کو «ج» سے بدل کر لکھتا چلا گیا۔ جب خط تیار ہوگیا، تو اس کے حوالے کرتے ہوئے میں نے اس سے کہا: تم سوہاج کے ہونا؟ یہ سننا تھا کہ اس کا رنگ فق ہوگیا، وہ ایک دم سے ایسے کھڑا ہوگیا جیسے اس کی پیٹھ میں اسپرنگ لگی ہو، اور یہ جا وہ جا۔ غائب ہونے سے پہلے میں نے اسکی بڑبڑاہٹ سنی تھی: «تم لوگ یہاں بھی آن پہنچے؟» وہ کوئی مفرور مجرم تھا، اور اپنی قسمت کو کوس رہا تھا کہ خط لکھنے کے لیے انتخاب کیا بھی تو کس کا؟ ایک سیکرٹ پولیس والے کا (بزعم خود)!

امالہ

عربی کے بعض الفاظ میں الف کو «ے» پڑھا جاتا ہے، اس کو نحو کی اصطلاح میں «امالہ» کہتے ہیں، جیسے: «ناس» کو «نیس»، «جاء» کو «جےء»۔
عربی کے بعض الفاظ اردو میں امالہ کے ساتھ داخل ہوئے ہیں، جیسے:

«توراة» سے «توریت»۔

«لٰکن» سے «لیکن»۔

«مواشی» سے «مویشی»۔

«جہاز» بھی اسی امالہ کا شکار بن کر «جہیز» بنا ہے۔

جیپ: چھوٹی فوجی گاڑی۔ انگریزی میں jeep ہے۔ امریکی فوجی اصطلاح میں پہلے اسے G.P. کہتے تھے، اور اسی سے لفظ jeep بنا۔ اور G.P. اختصار ہے General Purposes کا، یعنی عام مقاصد کے لیے استعمال ہونے والی گاڑی۔

I.C.Segar کی ایک comic فلم میں Eugene the Jeep نامی ایک جانور تھا۔ اس نام نے بھی گاڑی کے نام کی تکوین و ترویج میں مدد دی ہے۔

چابی: چابی بمعنی کنجی پرتگالی لفظ ہے۔ گوا اور دوسرے علاقوں پر پرتگالیوں کا عرصے تک قبضہ رہا، اس زمانے میں کچھ پرتگالی الفاظ ہندوستانی زبانوں میں داخل ہوئے، ان میں سے ایک چابی بھی ہے۔ پرتگالی میں اس کا املاء chave ہے۔

لاطینی زبان کے زوال کے بعد اس کی پانچ بولیوں نے ترقی کر کے مستقل زبان کی حیثیت اختیار کرلی، یہ پانچ زبانیں ہیں: پرتگالی، ہسپانوی، اطالوی، فرنسیسی اور رومانی*۔

ان پانچ زبانوں کو انگریزی میں Romance languages کہتے ہیں۔ ان کے الفاظ دراصل لاطینی کے الفاظ ہیں جن کو ان میں سے ہر زبان نے اپنے اپنے صوتی قالب میں ڈھال لیا ہے۔ چنانچہ کنجی کے لیے لاطینی لفظ clavis ہے، رومانس زبانوں میں اس کی مندرجہ ذیل شکلیں بنی ہیں:

فرنسیسی: clef, clé

اطالوی: chiave

ہسپانوی: llave

---

* رومانیا کی زبان۔

پرتگالی: chave

رومانی: cheie

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جنوبی ہند کی تامل زبان میں یہ پرتگالی لفظ «چاوی» (சாவி) کی شکل میں داخل ہوا ہے۔

اردو میں اور بھی کچھ پرتگالی الفاظ داخل ہوئے ہیں، ان میں سے اہم یہ ہیں:

گرجا: اس کی پرتگالی اصل igreja ہے۔

فیتا: اس کی پرتگالی اصل fita ہے۔ برازیل کی پرتگالی زبان میں یہ لفظ فلم کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔

پیپا: اس کی پرتگالی اصل pipa ہے۔ یہ انگریزی pipe کا ہمریشہ ہے۔

پادری: اس کی پرتگالی اصل padre ہے۔ اس کے لفظی معنی ہیں: باپ۔

نیلام: اس کی پرتگالی اصل ہے leilão (لَیلاوں)، اس میں پہلے «ل» کو «ن» سے بدل دیا گیا ہے۔ یہ لفظ عربی کے «الإعلام» سے ماخوذ ہے*۔

الماری: اس کی پرتگالی اصل armeria ہے جس کے معنی ہیں: ہتھیار رکھنے کی جگہ۔

پگار: بمعنی تنخواہ، اس کی اصل pagar ہے۔

---

* ملاحظہ ہو: Oxford Hindi-English Dictionary

چائے: انگریزی میں «چائے» کو tea کہتے ہیں۔

ان دونوں کی اصل ایک ہے۔ یہ چینی لفظ ہے، چینی زبان کی مختلف بولیاں (dialects) ہیں، ان میں سب سے اہم مندرین (Mandarin) بولی ہے۔ اس بولی میں چائے کو «چا» کہتے ہیں۔ اور چین کے جنوب مشرق میں واقع Amoy شہر کی بولی میں «تے»۔ اس طرح ایک لفظ سے دو لفظ پیدا ہوگئے۔ اردو، فارسی، ترکی وغیرہ میں اس مشروب کو چائے کہتے ہیں، اور انگریزی میں tea، فرانسیسی میں thé۔

انگریزی میں ابتداء میں اس کو cha کہتے تھے، اس کو tcha, chau, اور chaw بھی لکھتے تھے۔ ۱۶۱۶ء کی ایک عبارت میں یہ لفظ مستعمل ہوا ہے:

I sent .... a silver chaw pot and a fan to Capt. China wife.

اس کی ایک صورت chia بھی ہے۔ ۱۶۵۵ء کی عبارت میں یہ لفظ مستعمل ہوا ہے:

Chia is leaf of a tree in China about the bigness of Mirtle.

روسی زبان میں بھی اس کو «چائے» کہتے ہیں: (чай)۔ عربی میں

یہ لفظ ترکی سے داخل ہوا، عربوں نے ‹‹چ›› کو ‹‹ش›› سے بدل کر اس لفظ کو ‹‹شای›› بنالیا۔ بعض لوگ اس کو ‹‹شاہی›› بھی کہتے ہیں۔

چیچک : یہ مرض جتنا خطرناک ہے اس کا نام اتنا ہی خوبصورت ہے۔ یہ لفظ ترکی ہے اور ترکی میں اس کا املاء çiçek ہے، اور اس کے معنی ہیں: پھول۔ جسم پر ظاہر ہونے والے ان لال لال دانوں کو پھول سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اس کو ‹‹ماتا›› بھی کہتے ہیں۔ یہ ہندی لفظ ہے، اور اس کے لفظی معنی ‹‹ماں›› کے ہیں۔ اور اس سے مراد ‹‹دیوی›› نامی دیوی ہے جو ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق لوگوں کو اس مرض میں مبتلا کرتی ہے۔ اس دیوی کا نام ‹‹سیتلا›› بھی ہے۔

چیک: رقم کے لین دین میں استعمال ہونے والا بینک کا پروانہ۔

برطانوی انگریزی میں اس کا املاء cheque ہے۔

کیا آپ یقین کریں گے کہ یہ فارسی لفظ ہے جو عربی کے ذریعہ یورپ

کی زبانوں میں داخل ہوا ہے؟

شطرنج کے کھیل میں جب ایک کھلاڑی کے بادشاہ پر زد پڑتی ہے تو اس کا حریف اسے خبردار کرتے ہوئے ‹‹شہ›› کا نعرہ لگاتا ہے جس کا مطلب ہوتا ہے تم اپنے بادشاہ کی خبر لو کہ اس کی پیش قدمی پر روک لگ رہی ہے۔

‹‹شہ›› کا یہ نعرہ لاطینی کے ذریعہ یورپی زبانوں میں داخل ہوا۔ قدیم فرانسیسی میں اس لفظ کی دو شکلیں تھیں: eschès اور eschec۔

پہلی شکل eschès سے انگریزی میں chess بنا جس کے معنی شطرنج کے ہیں۔ دوسری شکل eschec سے انگریزی میں check بنا۔ ‹‹شہ›› کے نعرے کے لیے انگریزی میں check ہی بولا جاتا ہے۔

چونکہ check کہنے کا مطلب حریف کے بادشاہ کی پیش قدمی کو روکنا ہے اس لیے لفظ check کے معنی ہوگئے: کسی کی حرکت کو روکنا یا دھیما کرنا، رکاوٹ ڈالنا۔

پھر ‹‹روکنا›› سے ‹‹غلطی روکنا›› کے معنی پیدا ہوئے۔ غلطی روکنے کے لیے تحقیق درکار ہے۔ اور تحقیق میں حساب کتاب کی جانچ پڑتال بھی شامل ہوجاتی ہے۔ پھر check کا اطلاق مالی سند کے counterfoil پر ہونے

لگا؛ کیونکہ اس سے جعلسازی پر روک لگتی ہے۔

۱۷۵۵ء میں ڈاکٹر جونسن Dr. Johnson اپنی ڈکشنری میں لفظ check کی شرح کرتے ہوئے لکھتا ہے: correspodent cipher of a bank bill یعنی بینک کے پروانے کی ہو بہو نقل۔

جب check کا گٹھ جوڑ بینک سے ہو گیا، اور اس پر ہزاروں لاکھوں کے ہندسے لکھے جانے لگے تو انگریزوں نے اس کے اعزاز میں اس کا املاء بدل دیا اور اس کو check کی بجائے cheque جیسی پروقار شکل دے دی؛ تاکہ اس کڑوڑ پتی لفظ کا رشتہ کھیل تماشے کی دنیا سے کٹ کر عالمِ مال ومنال سے جڑ جائے۔

امریکی پریکٹکل لوگ ہیں، انہیں ظاہری وضع قطع سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، چنانچہ انہوں نے check کو اپنی اصلی «روک ٹوک» والی حالت پر چھوڑ دیا، شاید وہ کہتے ہوں گے:

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من اندازِ قدت را می شناسم

دستاویز: دستاویز سند یا قانونی کاغذات کو کہتے ہیں۔ لیکن فارسی میں اس کے لفظی معنی ہیں: ہاتھ سے لٹکنے والی چیز، «دست» کے معنی ہیں: ہاتھ، اور «آویز» لفظ «آویختن» سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں: لٹکنا، اسی سے لفظ «آویزاں» بھی ماخوذ ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں بھی لوگ قانونی کاغذات کو ہینڈ بیگ میں لے کر چلتے تھے۔

دفتر: آج کل دفتر کام کی جگہ کو بولا جاتا ہے۔ لیکن اس کے اصلی معنی ہیں: حساب کتاب کے کاغذات، رجسٹر۔

یہ لفظ فارسی ہے، اور فارسی میں اس کے معنی کتاب، رجسٹر وغیرہ کے ہیں۔ انہیں معنوں میں قدیم عربی میں بھی یہ لفظ مستعمل ہے، اور آجکل کی عربی میں نوٹ بک کو کہتے ہیں۔

زبان شناسوں کا خیال ہے کہ یہ لفظ یونانی ہے۔ یونانی زبان میں «دِفثیرا» (διφθερα) چمڑے کے لیے بولا جاتا ہے۔ چونکہ قدیم زمانے میں لوگ چمڑوں پر لکھتے تھے اس لیے یہ لفظ کتاب کے لیے بولا جانے لگا۔

حلق کی ایک متعدی بیماری diphtheria ہے۔ یہ لفظ اسی یونانی لفظ ((دِفثیرا)) سے ماخوذ ہے، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مریض کے حلق میں چمڑے کی طرح ایک جھلی بن جاتی ہے۔

دقیانوسی: قدیم اور فرسودہ۔ یہ لفظ قیصرِ روم ((دقینوس)) یا ((دقیانوس)) کی طرف منسوب ہے۔ اصحابِ کہف کے قصے میں امام ابن جریر طبریؒ اور دوسرے مفسرین نے اس کا ذکر کیا ہے۔

در اصل اس قیصرِ روم کا نام ((داقیوس)) تھا، جو ۲۴۸ سے ۲۵۱ء تک قیصر رہا۔ اس نے عیسائیوں پر ظلم ڈھایا تھا، اور اصحابِ کہف نے اسی کے ڈر سے اپنے دین و ایمان کو بچانے کے لیے غار میں پناہ لی تھی۔

لاطینی میں اس کے نام کا املاء Decius ہے، اس سے مشتق اسم صفت Dacianus ہے، یعنی ((داقیوسی)) داقیوس کی طرف منسوب۔ لیکن عربی میں اسی لفظ کو قیصر کا نام سمجھ لیا گیا، اور اس کی معرّب صورت ((دقیانوس)) اس کا نام پڑ گیا۔ پھر اس سے اسمِ صفت ((دقیانوسی)) بنا۔

ڈالر: ریاستہائے متحدہ امریکہ، کینڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور دوسرے بعض ممالک کا سکہ۔

جمہوریہ چیک کے مغرب میں بوہیما کا علاقہ ہے۔ یہاں کی ایک وادی ((یواخیمس ٹال)) (*Joachimsthal) کہلاتی ہے؛ یعنی ((وادیٔ یواخیم))۔ اس وادی میں چاندی کی کان واقع ہے۔ ۱۵۱۹ء میں یہاں کی چاندی سے ایک سکہ ڈھالا گیا جس کا نام اس وادی کی مناسبت سے ((یواخیمس ٹالر)) پڑ گیا۔ بعد میں اس لمبے نام کو مختصر کر کے صرف ((ٹالر)) پر اکتفا کیا گیا۔ یہ سکہ سولہویں صدی سے جرمنی میں رائج تھا، مرور زمانہ سے اس نام کے املاء اور تلفظ میں تبدیلی آتی گئی۔ پہلے thaler سے daler بنا، پھر dollar۔ ۱۸۷۳ء سے جرمنی میں اس سکہ کا استعمال ختم ہوگیا، اور اس کی جگہ مارک Mark نے لے لی، مگر یورپ کے متعدد ملکوں میں یہ سکہ رائج رہا۔ ۱۷۷۲ء میں یہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کا سکہ قرار دیا گیا، اور ۱۸۵۸ء میں کینڈا کا۔

ڈالر کے املا اور تلفظ میں جو تبدیلیاں آئیں اس کی تفصیل یوں ہے:

Joachimsthaler → thaler → daler → dollar.

---

* جرمن Thal بمعنی وادی انگریزی dale کا ہمریشہ ہے۔

ڈپلوما: جامعہ کی سند۔

انگریزی diploma یونانی سے ماخوذ ہے، یونانی میں اس کا املاء διπλωμα ہے، اور اس کے لفظی معنی ہیں: «تہہ کیا ہوا خط»، اور اس کا اطلاق سفارشی خط، یا حکم نامے پر ہوتا تھا۔

اسی سے لفظ diplomat بمعنی سفارت کار مشتق ہے۔ سفارت کار کو diplomat اس لیے کہا گیا کہ وہ اپنا «ڈپلوما» یعنی وثیقہ تقرر اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔

ڈیجیٹل: آج کل ہر چیز ڈیجیٹل ہوتی جارہی ہے: گھڑی ڈیجیٹل ہے، کیمرہ ڈیجیٹل ہے، ٹی وی چینل ڈیجیٹل وغیرہ، ڈیجیٹل کی اصل کیا ہے؟

digital لفظ digit سے مشتق ہے جس کے معنی عدد یا ہندسے کے ہیں۔ اور digit لاطینی digitus سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں: انگلی۔
چونکہ ہم انگلی کی مدد سے گنتے ہیں اس لیے لفظ digit عدد کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔

فرانسیسی میں انگلی کے لیے doigt کا جو لفظ ہے، وہ بھی اسی لاطینی لفظ کی مُفرَنس شکل ہے۔

یہاں یہ بتانا بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ انگریزی لفظ calculate جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں لاطینی calculus سے ماخوذ ہے جس کے معنی سنگریزے کے ہیں۔ چونکہ انسان ابتداء میں کنکریوں کی مدد سے گنا کرتا تھا اس لیے گننے کا مفہوم calculus سے وابستہ ہوگیا۔ کل شیء احصینہ فی امام مبین (یٰسین)

عربی میں بھی ہو بہو یہی واقعہ پیش آیا۔ عربی میں «أحصیٰ» بمعنی شمار کرنا «حصیٰ» سے ماخوذ ہے جس کے معنی کنکریوں کے ہیں۔

امام راغب اپنی کتاب مفردات میں اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: کہ «أحصیٰ» لفظ «حصیٰ» سے ماخوذ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ (یعنی قدیم زمانے کے لوگ) کنکریوں کی مدد سے گنتے تھے جیسا کہ ہم انگلیوں کی مدد سے گنتے ہیں۔

ڈیلٹا: تکونی زمین جو کسی دریا کے دہانے پر واقع ہو۔

یونانی زبان کا چوتھا حرف ڈیلٹا کہلاتا ہے، اس کے چھوٹے حرف کی شکل

اس طرح ہے δ ، اور بڑے کی اس طرح Δ ، یعنی بالکل مثلث۔

اسی مناسبت سے ڈھائی ہزار سال پہلے یونانی مؤرخ ہیروڈوٹس (Herodotus) نے دریائے نیل کے دہانے پر واقع تکونی زمین کو ڈیلٹا کا نام دیا تھا۔ بعد میں اس لفظ کا اطلاق ہر دریا کے دہانے پر واقع تکونی زمین پر ہونے لگا۔

یہاں یہ بتانا بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ یونانی حروفِ تہجی سامی زبانوں سے لیے گئے ہیں۔ اسی لیے یونانی میں حروف کی ترتیب اور ان کے نام وہی ہیں جو سامی زبانوں میں ہیں۔ چنانچہ پہلا حرف «الفا» کہلاتا ہے جو عبرانی عربی وغیرہ میں الف ہے۔ دوسرا حرف «بیٹا» کہلاتا ہے جو عبرانی میں «بیث» ہے، تیسرا حرف «گما» کہلاتا ہے جو عبرانی میں «گمیل» ہے، اور چوتھا حرف «ڈیلٹا» کہلاتا ہے جو عبرانی میں «دالیث» ہے۔

یونانی کے پہلے اور دوسرے حرف کو ملا کر alphabet بنایا گیا ہے جس کے معنی ہیں: حروفِ تہجی۔

اور ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ فرانسیسی میں analphabète کے معنی ہیں ان پڑھ یعنی جو الف بے نہیں جانتا، اور «ناخواندگی» کے لیے فرانسیسی analphabétisme کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

روبوٹ: بمعنی مشینی آدمی۔

۱۹۲۰ء میں چیک (Czech) مصنف Karel Čapek نے اپنی کتاب R.U.R میں یہ لفظ خود وضع کر کے استعمال کیا تھا۔ یاد رہے کہ چیک زبان میں robota کے معنی بیگار کے ہیں۔

میں نے روبوٹ کے لیے لفظ «انسالہ» وضع کیا ہے، جو «انس» یعنی انسان اور «آلہ» کا مرکب ہے۔

روحِ رواں: کہتے ہیں کہ «فلاں اس تحریک کی روحِ رواں تھے»، یہ غلط ہے۔ صحیح ترکیب «روح و رواں» ہے۔ «رواں» فارسی میں روح کو کہتے ہیں، جدید فارسی میں علم النفس (psychology) کو «روانشناسی» کہتے ہیں، اور مرحوم کے لیے «شاد رواں» یعنی اس کی روح خوش رہے۔

«روح و رواں» میں لفظ «رواں» تاکید کے لیے ہے، جیسے «قرض وام» میں، «وام» فارسی میں قرض کے معنے میں ہے۔

زون: زون کے معنی ہیں علاقہ، خطہ۔ جغرافیہ میں: سطحِ دنیا کی تقسیم کے پانچ بڑے ارضی خطوں میں سے ایک۔

انگریزی لفظ zone یونانی «زونے» (ζωνη) سے ماخوذ ہے جس کے اصلی معنی ہیں: کمر بند۔ آپ پوچھیں گے کہ خطے کا کمر بند سے کیا تعلق؟ تو جواب یہ ہے کہ: اگر ہم کرۂ ارض پر کسی خطے کی نشاندہی کریں (جیسے استوائی خطہ) اور اس کو رنگ دیں تو وہ کرۂ ارض پر ایک بیلٹ بن جائے گا۔ اسی کو قدیم یونانیوں نے کمر بند سے تعبیر کیا: کہ کمر بند انسان کے درمیانی حصے کو اپنے گھیرے میں لیا ہوا ہوتا ہے، اسی طرح زون کی پٹی کرۂ ارض کے درمیانی حصے کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔

ایک جلدی بیماری کو بھی انگریزی میں zone کہتے ہیں کیونکہ یہ کمر بند کی طرح انسان کو اپنے گھیرے میں لے لیتی ہے۔ اس کو zoster بھی کہتے ہیں۔ اس لفظ کے معنی بھی یونانی میں کمر بند کے ہیں۔

اس کا ایک تیسرا نام herpes ہے۔ جس کے معنی یونانی میں سانپ کی طرح رینگنے والی بیماری ہے (دیکھیے: سانپ)۔

زہراوی: جنسی امراض کو زہراوی امراض کہتے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اہلِ روم سیارہ زہرہ کو حسن و عشق کی دیوی سمجھتے تھے، اور حسن و عشق کی وجہ سے پیدا ہونے والی بیماریوں کو اس بیچاری کے سر تھوپ دیتے تھے۔

دراصل «زہراوی» انگریزی لفظ کا ترجمہ ہے۔ انگریزی میں اس کے لیے جو لفظ استعمال ہوتا ہے وہ ہے venereal۔ یہ بہت خطرناک اور گندہ لفظ ہے لیکن یہ جان کر آپ کو تعجب ہوگا کہ یہ Venus جیسے خوبصورت لفظ کا اسمِ صفت ہے؛ کیوں کہ لاطینی زبان میں Venus حالتِ جر میں veneris بن جاتا ہے، اور اسی سے venereal ہے۔

اور ایک بات بھی سنتے جائیے؛ انگریزی کا venerate جس کے معنی: عزت واحترام کرنا ہے، وہ بھی اسی لفظ سے مشتق ہے۔

سانپ: سنسکرت میں اس کی اصل «سرپ» (सर्प:) ہے، اور اس کے لفظی معنی ہیں: رینگنے والا۔

دوسری انڈو یورپین زبانوں میں بھی یہ لفظ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ لاطینی میں serpere بمعنی رینگنا ہے، اسی سے serpens سانپ کو کہتے ہیں، اور اس کے لفظی معنی ہیں رینگنے والا۔ اور اسی سے انگریزی میں serpent آیا ہے۔

بعض الفاظ میں لاطینی «s» کی جگہ یونانی میں «h» ہوتا ہے، جیسا کہ لاطینی sept بمعنی سات یونانی میں hept ہے۔ اسی قاعدے کی رو سے لاطینی -serp کی جگہ یونانی میں -herp ہے بمعنی رینگنا۔ اسی لفظ سے انگریزی میں herpetology ہے یعنی رینگنے والے جانوروں کا علم۔

سبابہ: عربی میں انگشت شہادت کو کہتے ہیں۔

اس کے اصل معنی ہیں: گالی دینے والی انگلی، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ انسان گالی دیتے وقت اسی انگلی سے اشارہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ: «تم ایسے ہو، تمہارے ساتھ ایسا کروں گا» وغیرہ وغیرہ۔

یہ لفظ حدیثوں میں بھی آیا ہے، چنانچہ بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: میں اور یتیم کی دیکھ بھال کرنے والا جنت میں ایسے قریب ہوں گے۔ اور آپ ﷺ نے سبابہ اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا۔

بعد میں اس کا نام «مسبّحہ» پڑ گیا یعنی تسبیح والی انگلی۔ اور اس کو یہ نام اس لیے دیا گیا کہ نماز میں تشہد کے دوران اس سے اشارہ کیا جاتا ہے۔

سبوتاژ: یہ اردو میں نو وارد لفظ ہے، اور اسکے معنی ہیں: تخریب کاری، توڑ پھوڑ۔ یہ فرانسیسی لفظ ہے، اور اس کا املاء sabotage ہے، اور اس کا تلفظ وہی ہے جو اردو میں ہے۔

اس کی اصل sabot ہے جس کے معنی کھڑاوں کے ہیں۔ اس لفظ کا تلفظ «سابو» ہے۔ اس کے آخر کا حرف (t) پڑھا نہیں جاتا۔

کھڑاوں میں تخریب کاری کا مفہوم کیسے پیدا ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک بار فرانس کے ہڑتالی مزدوروں نے اپنے مالک کے کارخانے کی مشینوں میں کھڑاوں پھینک کر انہیں بیکار کر دیا تھا۔

اس سلسلے میں اور بھی کچھ واقعات بتائے جاتے ہیں، لیکن ان میں سب سے زیادہ قابلِ قبول توجیہ یہی ہے جو میں نے ابھی بتائی ہے۔

ایک اور قابلِ ذکر بات یہ کہ انگریزی کے بعض زبان شناسوں کا خیال ہے کہ فرانسیسی لفظ sabot عربی لفظ ((سَبّاط)) سے ماخوذ ہے۔

گو یہ لفظ قدیم عربی میں پایا نہیں جاتا مگر آج کل بعض عرب ملکوں میں رائج ہے، اور اس دور کے معتبر عربی لغت محیط المحیط میں بھی مذکور ہے۔ اور ہسپانوی کا zapato جس کے معنی جوتے کے ہیں شاید اسی لفظ سے ماخوذ ہے۔

سرنگ: اس کے معنی ہیں زیرِ زمین راستہ۔ یہ سنسکرت کا لفظ (सुरंग:) ہے۔ لیکن زبان شناسوں کا خیال ہے کہ سنسکرت میں یہ لفظ یونانی سے مستعار ہے۔ یونانی میں اس کی شکل یوں ہے συριγξ (syrinx)، یہ اصل میں ایک قسم کی نائے ہے، پھر اس کا اطلاق نائے کی ہم شکل چیزوں پر بھی ہونے لگا، اور اسی طرح زمین دوز راستہ پر بھی۔

اب آپ کو ایک چونکا دینے والی بات بتاتا چلوں، یہ یونانی لفظ انگریزی میں بھی موجود ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جس سوئی کے ذریعہ دواء ہمارے جسم

کے اندر داخل کی جاتی ہے وہ syringe کہلاتی ہے۔ آپ یقین کریں کہ ((سرنگ)) اور syringe ایک ہی لفظ کی دو شکلیں ہیں۔ دونوں کے اندر راستے ہیں، مگر:

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا؟

سکندر: مشہور مقدونی فاتح۔ انگریزی میں اس کا نام Alexander ہے جو اصلاً یونانی ہے۔ اس کی یونانی شکل ہے اَلکسَندروس (Αλεξανδρος)۔ لفظ کے آخر میں ((وس)) رفع کی علامت ہے، اس کو حذف کرنے کے بعد ((الکسندر)) باقی رہتا ہے۔ جب یہ لفظ عربی میں داخل ہوا تو اس میں تھوڑی سی تقدیم وتاخیر واقع ہوئی، چنانچہ ((س)) کو ((ک)) سے پہلے کردیا گیا، اس تبدیلی کی وجہ سے لفظ ((السکندر)) ہوگیا۔ لفظ کی ابتداء میں جو الف لام ہے عربوں نے اسے عربی کا اَداۃ التعریف سمجھ کر حذف کردیا۔ اس تبدیلی اور کتر بیونت کے بعد جو باقی رہا وہ ہے ((سکندر))۔ عربی میں زیادہ تر الف لام کے ساتھ ہی کہتے ہیں، اور چونکہ ((س)) ساکن ہے اور ساکن حرف سے لفظ کی ابتداء عربی میں ناممکن ہے اس لیے اس کے آگے ایک ہمزہ بڑھا دیا گیا، نتیجے میں یہ لفظ ((الاسکندر)) بن گیا۔

فارسی اور اردو میں بھی ((اسکندر)) رائج ہے۔ فارسی کا شاعر کہتا ہے:

ہمیشہ رای تو روشن، ہمیشہ عزم تو محکم
یکی چون جام افریدوں، یکی چون سد اسکندر

تیری رائے ہمیشہ روشن، اور تیرا عزم ہمیشہ محکم، رائے جامِ جمشید کی طرح، اور عزم سد اسکندر کی طرح۔

سماوار: پانی گرم کرنے کا تانبے، پیتل وغیرہ کا برتن۔ آگ جلانے کی چمنی اس برتن کے بیچوں بیچ ہوتی ہے، اور پانی اس کے اطراف۔

یہ انگریزی samovar سے ماخوذ ہے، یہ لفظ دراصل روسی زبان کا ہے، جس میں اس کا املا یوں ہے самовар ۔

یہ دو اجزاء سے مرکب ہے: ۱۔ سَمو (само) بمعنی: خود، اپنے آپ، اور ۲۔ وار (вар) بمعنی: گرم ہونا، ابلنا۔ تو اس لفظ کے معنی ہوئے: برتن جو خود بخود پانی گرم کرتا ہے۔

سمندر: سمندر بمعنی بحر سنسکرت کا لفظ ہے۔ اس زبان میں اس کی

اصل ((سَمُدْر)) (समुद्र:) ہے۔ ظاہر ہے سمندر میں پانی ہی پانی ہے، تو پھر شاعر کے اس قول کے کیا معنی کہ:

؎ نہیں ہوتا ہے پانی میں سمندر

اس کا جواب یہ ہے کہ: یہ سمندر ایک جانور ہے جس کی بابت مشہور ہے کہ وہ آگ میں پیدا ہوتا ہے اور اسی میں رہتا ہے۔

یہ لفظ فارسی ہے جس کو ((سمندل)) بھی کہا جاتا ہے، یونانی میں بھی ((سَلَمانْدرا)) σαλαμανδρα کی صورت میں یہ لفظ پایا جاتا ہے جس سے انگریزی salamander آیا ہے۔

غالباً۔ چھپکلی کی ایک قسم کا نام ہے۔ اعظم

سوڈا: عربی زبان میں دردِ سر کو ((صُداع)) کہتے ہیں۔ یہ لفظ لاطینی میں soda کی شکل میں داخل ہوا۔ لاطینی سے انگریزی میں بھی داخل ہوا، لیکن پھر متروک ہوگیا۔ ۱۶۶۲ء کی ایک عبارت میں یہ لفظ مستعمل ہے:

It helpeth the soda (that is an old head ach).

پھر لاطینی میں اشنان کے پودے کے لیے sodanum کا لفظ استعمال ہونے لگا، وہ اس لیے کہ اس پودے میں دردسر کا علاج ہے۔

چونکہ اس پودے کی راکھ سے سوڈا نکلتا ہے؛ اس لیے اس پودے کے نام sodanum کی مناسبت سے اس مادے کو soda کہا گیا، پھر soda سے sodium بنا۔

سینڈوچ: فاسٹ فوڈ کے اس زمانے میں سینڈوچ ایک بہت ہی اہم کردار ادا کرتا ہے، یہ دو ڈشوں کے اتحاد و اندماج کی بہترین مثال ہے۔ لیکن ابتداء میں یہ ایک جواری کی غذا تھی۔

سینڈوچ (Sandwich) انگلستان میں ایک جگہ کا نام ہے۔ اس کا چوتھا ارل (earl) جان مونٹاگو John Montago (۱۷۱۸-۱۷۹۲ء) مشہور جواری تھا۔ دن رات جوا کھیلنے میں لگا رہتا تھا۔ اس کی بیوی نے اس کے لیے یہ ٹو ان ون روٹی ایجاد کی تھی تاکہ وہ جوا کھیلتے ہوئے کچھ کھا پی لے۔

مونٹاگو کی شخصیت کی وجہ سے یہ ڈش بہت جلد مشہور ہوگئی، انگلستان کے علاوہ دیگر یورپی ممالک میں بھی اس کا کھانا اور پیش کرنا فیشن میں داخل ہوگیا، اور فرانسیسی زبان میں بھی لفظ سینڈوچ داخل ہوگیا۔

شاطر: اردو میں یہ لفظ دو معنوں میں مستعمل ہے: ۱- عیار ۲- اور شطرنج کھیلنے والا۔

اقبال کہتے ہیں: ع تدبیر کو تقدیر کے شاطر نے کیا مات

فارسی میں بھی یہ لفظ ان معنوں میں بولا جاتا ہے۔ قدیم عربی میں اس کا اطلاق ایک ایسے شخص پر ہوتا تھا جو اپنے اہلِ خانہ کو پریشان کرے۔ آجکل کی عربی میں اس کے معنی ہیں: ذہین، زود فہم، اور عام طور پر یہ لفظ بچوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

اس لفظ کی اصل کیا ہے؟ اس بارے میں کوئی اطمینان بخش رائے نہیں ملتی۔ عربی زبان کے محققین اس کو «شطر» سے مشتق بتاتے ہیں جس کے معنی ہیں: دور چلا جانا۔ «شاطر» کا تعلق «شطر» سے جوڑتے ہوئے ابن فارس کہتے ہیں: «جب کوئی شخص اپنے اہلِ خانہ کو پریشان کرے گا تو لامحالہ وہ ان سے دور ہوجائے گا»۔ لیکن یہ توجیہ کچھ زیادہ معقول نہیں لگتی۔

میرا خیال ہے کہ یہ لفظ فارسی زبان میں «شطرنج» سے اسم فاعل کے وزن پر وضع کیا گیا ہے، اور اس کے معنی ہیں: شطرنج کھیلنے والا۔ اور چونکہ شطرنج کھیلنے والا بہت ذہین ہوتا ہے، اور اسے ہمیشہ اپنے حریف کو شکست دینے کی فکر ہوتی ہے اس لیئے اس لفظ کے مفہوم میں ذہانت، عیاری اور خباثت کے عناصر بھی داخل ہوچکے ہیں۔ (دیکھئے: شطرنج، چیک، مات)۔

شطرنج : قدیم ہندوستانی فوج چار عناصر پر مشتمل تھی، اور وہ عناصر یہ تھے: پیادہ، گھڑسوار، ہاتھی، اور رتھ۔ اسی بنا پر فوج کو سنسکرت زبان میں «چتُرنگ» (चतुरंग) کہتے تھے، یعنی جس کے چار انگ یا اعضاء ہوں۔ یاد رہے کہ «چتر» کے معنی چار کے ہیں، اور «انگ» کے معنی ہیں: عضو۔

جب دو فوجوں کی مٹھ بھیڑ، اور ان کے درمیان مقابلہ پر مبنی کھیل ایجاد ہوا، تو اس کا نام اسی مناسبت سے «چترنگ» رکھا گیا۔

یہ لفظ فارسی میں «شترنگ» کی صورت میں داخل ہوا، اور فارسی سے منتقل ہوکر عربی میں «شطرنج» بنا۔

عربی کا یہ لفظ پرتگالی میں xadrez کی شکل میں داخل ہوا۔ یاد رہے کہ پرتگالی میں «x» کو «ش» پڑھا جاتا ہے۔ اور اس لفظ کا تلفظ «شدریز» ہے۔ اس میں نون حذف ہو چکا ہے، اور «ج» کو «ز» سے بدل دیا گیا ہے۔

جدید یونانی میں لفظ «شطرنج» بگڑ کر zatrikion (ζατρικιον) بن گیا۔

اس کھیل کا نام دوسری یورپی زبانوں میں عربی ہی سے ماخوذ ہے، لیکن ان میں شطرنج داخل نہیں ہوا۔ شطرنج کے مہروں میں سے ایک «شاہ» یا

«شہ» ہے، یہ فارسی لفظ ہے، لیکن شطرنج کی اصطلاحات کے ساتھ عربی میں داخل ہو چکا ہے۔ چونکہ «شاہ» شطرنج کا سب سے اہم مہرہ ہے اس لیے یورپی قوموں نے اس کھیل کا نام ہی «شاہ» رکھ دیا۔ چنانچہ جرمن میں شطرنج کو «شاخ شپیل» (Schachspiel) کہتے ہیں، یعنی: شاہ کا کھیل۔ جرمن «شاہ» کو بگاڑ کر «شاخ» کہتے ہیں۔

یہی لفظ «شاہ» قدیم فرانسیسی میں eschès کی شکل میں داخل ہوا۔ یہ لفظ فرانس سے چل کر انگلستان پہنچا، اور اس طویل سفر میں اس لفظ کے پہلے دو حرف راستے میں کھو گئے، لندن پہنچا تو صرف ches باقی تھا۔ گم شدہ دو حرفوں کی جگہ اس کے آخر میں ایک اضافی s بڑھا دیا گیا تو پھر یہ chess ہو گیا۔

اگر حریف کے شاہ کو شکست ہو جائے تو شطرنج کی اصطلاح میں اس کو «الشاہ مات» کہتے ہیں، یعنی: شاہ مر گیا۔ اسی بنا پر روسی زبان میں شطرنج کو «شاخ مات» шахматы کہتے ہیں۔ (مزید معلومات کے لیے دیکھئے: «چیک» اور «مات»)۔

شیمپو : آج کل شیمپو سے بال دھونا مغربی تہذیب کی علامت

ہے۔ لیکن اگر لفظ کو کرید کر دیکھیں تو پتا چلے گا کہ یہ پرلے درجے کی دیسی چیز ہے۔ ہندی لفظ ((چانپو)) کو انگریزوں نے ہیٹ پہنا کر shampoo بنا دیا۔

در اصل ((چانپو)) فعل امر ہے؛ یعنی: مالش کرو، چمپی کرو، پہلے پہل shampoo چمپی کے لیے استعمال ہوتا تھا جیسا کہ ذیل کی دو عبارتوں سے واضح ہے۔

پہلی عبارت ۱۷۶۰ء کی ہے:

Had I not seen several China merchants shampooed before me, I should have been apprehensive of danger.

یعنی: اگر میں اپنے سے پہلے متعدد چینی تاجروں کے مالش کیے جانے کو نہیں دیکھتا تو مجھے خطرے کا احساس ہونا چاہئے تھا۔

دوسری عبارت ۱۸۲۳ء کی ہے:

She (a Mahrata wife) first champoes her husband ..... she then shampoes the horse.

یعنی: وہ (مرہٹہ عورت) پہلے اپنے شوہر کی مالش کرتی ہے، پھر گھوڑے کی۔

لفظ shampoo انگریزی کے ذریعہ بہت ساری یورپی زبانوں میں داخل ہو چکا ہے۔

فرنچ نے انگریزی کا shampooing بالکل ہو بہو اپنا لیا ہے۔

جرمن میں انگریزی شکل کا Shampoo بھی ہے، لیکن اس سے جو فعل بنا ہے وہ جرمن طرز کا ہے؛ چنانچہ شیمپو کرنے کے لیے جرمن میں schampunieren کہتے ہیں۔

ہسپانوی champú ہندی لفظ سے بہت قریب ہے۔

پرتگالی میں xampu لکھتے ہیں کیونکہ اس میں ((X)) کا حرف ((ش)) ہے۔

حتی کہ آجکل کی عبرانی زبان میں بھی یہ لفظ ((شمپو)) (שמפו) کی شکل میں داخل ہو چکا ہے۔

عنقا: ایک فرضی پرندہ، کنایۃً نایاب چیز کو کہتے ہیں۔

یہ عربی لفظ ہے، العَنقاءُ کے لفظی معنی ہیں: لمبی گردن والی۔ مشہور لغوی الجوہری اپنی کتاب الصحاح میں اس کے بارے میں کہتے ہیں: ((أصلُ العنقاءِ طائرٌ عظیمٌ مَعروفُ الاسمِ مجهولُ الجسمِ)) یعنی: عنقاء ایک بڑا پرندہ ہے جس کا نام سب جانتے ہیں، لیکن اس کی شکل وصورت کا پتا نہیں۔

ابن درید جمہرۃ اللغۃ (۱۳۲/۳) میں کہتے ہیں: ((کلمةٌ لا أصل لها)) یعنی: عنقاء ایک لفظ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

اسی بناء پر کہتے ہیں کہ تین چیزیں جن کی کوئی حقیقت نہیں یہ ہیں:

((الغُولُ والعَنقاءُ والخِلُّ الوفيُّ))

یعنی: چڑیل، عنقا اور وفادار دوست۔ کسی چیز کو ناممکن قرار دینا ہو تو کہتے ہیں: ((هذا رابعُ المستحیلات)) یعنی یہ چوتھی ناممکن چیز ہے۔

فارسی کا شاعر کہتا ہے:

برو این دام بر مرغ دگر نہ — کہ عنقا را بلند است آشیانہ

جاؤ اپنا دام کسی اور پرندے کے لیے پھیلاؤ، عنقا کا آشیانہ بہت بلندی پر ہوتا ہے۔ یعنی عنقا کا حصول ناممکن ہے۔

فِرنی: ایک قسم کی کھیر۔

یہ عربی لفظ ہے لیکن عربی میں فُرنی ہے یعنی بضم الفاء۔ فُرنی ایک قسم کی روٹی کو کہتے ہیں جو ((فُرن)) میں پکائی جائے، اور فُرن ایک قسم کا تنور ہے جس میں روٹی پکائی جاتی ہے۔

فرنی روٹی کی ایک قسم یہ بتائی جاتی ہے کہ اسکو پکانے کے بعد دودھ میں بھگو دیا جاتا ہے اور اس میں گھی اور شکر کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ یہ فرنی روٹی ہماری فرنی سے بہت قریب ہے۔

ابن درید جمہرۃ اللغۃ (۴۰۲/۲) میں کہتے ہیں کہ: ((میں فُرن کو ٹھیٹ عربی نہیں سمجھتا))۔

ان کا قول صحیح ہے۔ دراصل ((فرن)) لاطینی لفظ furnus سے ماخوذ ہے۔

فل اسکیپ: کاغذ جس کا سائز 13.5x17 انچ ہے۔ اردو میں پہلے لفظ کو ((فل)) لکھتے ہیں اور اردو بولنے والے سمجھتے ہیں کہ اس کا تعلق انگریزی لفظ full سے ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کا تعلق full سے نہیں ہے۔ یہ لفظ انگریزی میں fool's cap ہے، یعنی مسخرے کی ٹوپی۔

اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قدیم زمانے میں اس سائز کے کاغذ کے نقشاب* (water-mark) میں مسخرے کی ٹوپی بنی رہتی تھی۔

فلسفہ : چھٹی صدی ق.م کا یونانی حکیم فیثا غورس (Pythogoras) حکیم کہلانا پسند نہیں کرتا تھا۔ از راہِ تواضع وہ کہتا تھا میں حکیم نہیں ہوں، مگر محبّ حکمت ہوں، حکمت کا شیدائی ہوں۔

یونانی زبان میں «حکیم» کے لیے «سوفُس» σοφος (sophos) کا لفظ ہے، اور «محبّ حکمت» کے لیے «فلو سوفُس» φιλοσοφος (philosophos)۔ یہ دو لفظوں سے مرکب ہے: φιλος (philos) بمعنی چاہنے والا، اور σοφια (sophia) بمعنی حکمت۔ تو philosoph کے معنی ہوئے: حکمت کا شیدائی۔

یہ لفظ عربی میں «فَیلَسوف» کی صورت میں داخل ہوا، اور پھر اس سے «فَعلَلَۃ» کے وزن پر مصدر بنا تو وہ «فلسفۃ» ہوا، اسی مصدر سے اردو میں «فلسفی» بنا۔

---

*یہ لفظ میں نے مقتدرہ قومی زبان کی: قومی انگریزی اردو لغت سے لیا ہے۔ water-mark کے لیے یہ نہایت ہی مناسب اور خوبصورت لفظ ہے۔

فرانسیسی میں یہ یونانی لفظ philosophe کی شکل میں داخل ہوا، جرمن میں اس کی شکل Philosoph ہے۔ اسی طرح یورپ کی دوسری زبانوں میں اس لفظ کی شکل یونانی شکل کے مطابق ہے۔ صرف انگریزی میں اس لفظ کے آخر میں ایک «r» لگ گیا جس کا کوئی جواز نہیں۔ اس بن بلائے مہمان کی وجہ سے philosoph بگڑ کر philosopher بن گیا، اور اسی سے اردو میں «فلاسفر» آیا۔

فیکس : انگریزی fax سے ماخوذ ہے، اور fax اختصار ہے facsimile کا جو لاطینی ہے، اور اس کے لفظی معنی ہیں: «اس کی مانند بنا دے»، یہ لفظ نہیں بلکہ پورا جملہ ہے۔ facere کے معنی ہیں: بنانا، اور اس کا فعل امر ہے fac یعنی: بنا، اور simile کے معنی ہیں: اس کی مانند۔

ابتداء میں کسی تحریر یا تصویر کے ہو بہو نسخے کو facsimile کہتے تھے۔ پھر جب ٹلیفون کے تاروں کے ذریعے تحریر کی منتقلی عمل میں آئی تو اس کو telefacsimile کہہ دیا گیا۔ پھر مختصر کر کے اس کو telefax کہا جانے لگا، پھر صرف fax پر اکتفاء کیا گیا۔

قالب: سانچا، انسانی جسم۔

یہ فارسی لفظ «کالبد» کا معرب ہے۔ کالبد بھی اردو میں استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ لفظ یونانی سے فارسی میں آیا ہے۔ یونانی میں اس کی اصل ہے kalapodion (καλαποδιον) جس کے معنی ہیں: جوتے کا سانچا۔ اور یہ دو لفظوں سے مرکب ہے: kalon (καλον) جس کے معنی ہیں: لکڑی یا تختہ، اور podion (ποδιον) جس کے معنی ہیں: قدم، پورے لفظ کے معنی ہیں: تختے کا بنا ہوا قدم، یعنی سانچا۔

ایک اور دلچسپ بات بتاتا چلوں: بندوق کی نالی کے اندرونی قطر کو انگریزی میں calibre کہا جاتا ہے۔ یہ لفظ «قالب» کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

قحبہ: قحبہ بدکار عورت کو کہتے ہیں، فارسی کا شاعر کہتا ہے:

گر قحبہ چوں پیر شود پیشہ کند دلالی

یعنی: طوائف جب بوڑھی ہو جاتی ہے تو دلالی کرنے لگتی ہے۔

یہ لفظ عربی ہے، عربی میں قَحَبَ یَقْحُبُ کے معنی ہیں: کھانسنا، کہتے ہیں: أخذہ سعالٌ قاحبٌ، یعنی: اس کو سخت قسم کی کھانسی لگ گئی۔

قحبہ اسی لفظ سے مشتق ہے۔ آپ پوچھنا چاہیں گے کہ طوائف کا کھانسی

سے کیا تعلق؟ تو اس کا جواب عربی زبان کے ماہرین یہ دیتے ہیں کہ: زمانہ جاہلیت میں طوائف لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے کھانسی کا سہارا لیتی تھی*۔

شاید کھانسی سے یہ کام اب تک بھی لیا جاتا ہے۔

قرنطینہ: وہ میعاد جس میں وبا زدہ علاقوں سے آنے والے مسافروں کو طبیبوں کی نگرانی میں لوگوں سے الگ تھلگ رکھا جاتا ہے۔

یہ اطالوی زبان کا لفظ ہے جس کی اصل ہے quarantina اور یہ quaranta سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں چالیس۔ ابتداء میں قرنطینہ کی مدت چالیس دن ہوتی تھی، اب یہ مدت بیماری کی نوعیت پر منحصر ہوتی ہے۔

یورپ کی اکثر و بیشتر زبانوں میں یہی اطالوی لفظ تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ مستعمل ہے۔ انگریزی میں اس کی شکل quarantine ہے، اور فرانسیسی میں quarantaine، ہسپانوی میں cuarentena، اور جرمن میں Quarantäne۔

---

* ملاحظہ ہو: تہذیب اللغۃ للأزہری (۴/۷۵)۔

قریش: نبی اکرم ﷺ کا قبیلہ۔

عربی میں ((قرش)) شارک مچھلی کو کہتے ہیں۔ اس لفظ کی شرح میں فیروزابادی کہتے ہیں: ((ایک بحری جانور جس سے دیگر تمام بحری جانور ڈرتے ہیں))۔

قرش کی تصغیر ((قُریش)) ہے، اور قبیلہ کی وجہ تسمیہ یہی ہے، شاعر کہتا ہے:

وقُرَيشٌ هِيَ التي تَسْكُنُ البحـــرَ بِهَا سُمِّيَتْ قُرَيْشٌ قُرَيْشاً

یعنی قریش مچھلی جو سمندر میں رہتی ہے اسی کے نام سے قریش کو قریش کہا گیا ہے۔

مشہور عالمِ نسب زبیر بن بکار کہتے ہیں: ((کہ قریش مچھلی بحری جانوروں کی ملکہ ہے، جب وہ انکے قریب آتی ہے تو سب رک جاتے ہیں، اور جب وہ چلی جاتی ہے تو پھر وہ حرکت کرتے ہیں۔ اسی طرح قبیلہ قریش (عرب) لوگوں کے سردار ہیں، اسلام سے پہلے بھی اور اسلام کے آنے کے بعد بھی))۔ (ملاحظہ ہو: تاج العروس)۔

یہاں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ انگریزی لفظ shark کے بارے میں انگریزی زبان کے محققین کہتے ہیں کہ اس کی اصل کا پتا نہیں، یورپ کی

دوسری زبانوں میں یہ لفظ پایا نہیں جاتا۔

اب اگر ہم ((قرش)) کو الٹا کریں تو ((شرق)) بنتا ہے، شاید یہی shark کی اصل ہو۔

الفاظ کا اس طرح الٹنا کوئی انوکھی بات نہیں ہے، مائع چیزوں کا پیمانہ ((لیٹر)) دراصل یونانی ((لترا)) (λιτρα) سے ماخوذ ہے۔ یہی یونانی لفظ قدیم عربی میں معرّب ہو کر ((رِطل)) بنا، یعنی یونانی لفظ کا بالکل الٹا (لتر ← رتل ← رِطل)۔

مصری آجکل اپنی گفتگو کی زبان میں ((زوج)) بمعنی شوہر کو ((جوز)) کہتے ہیں۔

قُقْنُس: فیروز اللغات میں اس کے بارے میں لکھا ہے: ایک روایتی خوش رنگ اور خوش آواز پرندہ، کہتے ہیں اس کی چونچ میں ٣٦٠ سوراخ ہوتے ہیں، اور ہر سوراخ سے ایک راگ نکلتا ہے۔

یہی بات فارسی کے مشہور لغت برہانِ قاطع میں بھی ہے۔ اس میں یہ اضافہ ہے کہ یہ پرندہ ہزار سال جیتا ہے، اور ہزار سال گذرنے کے بعد جب اس کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو بہت ساری لکڑی اکٹھی کر کے

اس پر بیٹھ کر گانے لگتا ہے، اور پر مارتا ہے جس سے لکڑی میں آگ لگ جاتی ہے، اور وہ جل کر ختم ہو جاتا ہے، اور اس کی راکھ سے ایک انڈا نکلتا ہے۔

لفظ «ققنس» یونانی kyknos (κυκνος) کا معرّب ہے جس کے معنی ہنس راج (swan) کے ہیں۔ یہی لفظ لاطینی میں cycnus یا cygnus کی شکل میں ہے۔ یورپی قوموں میں یہ عقیدہ تھا کہ ہنس راج مرنے سے پہلے بہت ہی خوش الحانی سے گاتا ہے، اور اس گانے کو انگریزی میں swan-song کہتے ہیں، اور جرمن میں Schwanengesang۔

آگ میں جل کر پھر زندہ ہونے کی بات phoenix نامی خیالی پرندے کے بارے میں بھی بتائی جاتی ہے۔ یہ بھی یونانی لفظ ہے اور اس کی اصل φοινιξ ہے۔

قوسِ قُزح: وہ سات رنگی کمان جو بارش کے وقت آسمان میں دکھائی دیتی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عربوں کا خیال تھا کہ قُزح ایک شیطان کا نام ہے، اور یہ اسی کی طرف منسوب ہے۔

علمائے لغت حضرت ابن عباسؓ کی طرف منسوب ایک قول نقل کرتے ہیں

کہ «لا تَقولُوا قَوسَ قُزَح فَإِنَّ قُزَحَ اسمُ شَيْطَانٍ، وَلكن قُولُوا قَوسَ اللّه» یعنی: «قوسِ قزح مت کہو کیونکہ قزح ایک شیطان کا نام ہے، اس کی بجائے قوس اللہ کہو»۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جزیرۂ مالٹا (مالطة) میں عربی کی ایک مسخ شدہ بولی بولی جاتی ہے جسے Maltese کہتے ہیں۔ اس کے بولنے والے سارے عیسائی ہیں، اس زبان میں «قوس قزح» کی جگہ «قوس اللہ» (qawsalla) رائج ہے۔

یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ ہندی میں قوسِ قزح کو «اندر دھنش» (इंद्र-धनुष) کہتے ہیں، یعنی اندر کی کمان۔ اندر ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق بارش کا دیوتا ہے۔

یونانی دیو مالا میں «ایرِس» (Ιρις) نامی دیوی، دیوتاؤں کے درمیان قاصد کے فرائض انجام دینے پر مامور تھی۔ قوسِ قزح کا انتظام وانصرام بھی اس کے ذمہ تھا۔ اسی بنا پر یونانی میں قوسِ قزح کو «ایرس» کہتے ہیں، اور اسی سے انگریزی میں iridiscent کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں: قوسِ قزح کی طرح متعدد شوخ رنگ لئے ہوئے۔ اور اسی طرح iridial یا iridian بمعنی قزحی بھی اسی لفظ سے ماخوذ ہے۔

کاٹن: انگریزی کا cotton عربی لفظ ہے جس کی اصل عربی میں «قطن» ہے۔ یورپ کی متعدد زبانوں میں یہی عربی لفظ رائج ہے۔ چنانچہ فرنچ میں اس کی شکل coton، اطالوی میں cotone، ڈچ میں katoen ہے۔

ہسپانوی میں cotonia ایک قسم کے عمدہ سوتی کپڑے کو کہتے ہیں، لیکن کپاس کو algodón کہتے ہیں، یہ لفظ عربی کے «القطن» سے آیا ہے یعنی «ال» کے ساتھ۔

cotton میں عربی کے «ق» کو «ک» سے بدلا گیا ہے۔ اور algodon میں «گ» سے۔

قدیم زمانے سے بعض عربی قبائل «ق» کو «گ» بولتے تھے۔ مشہور عربی عالمِ لغت ابن درید جمہرۃ اللغۃ (۱/۵) میں کہتے ہیں: «أما بنو تميم فإنهم يلحقون القاف بالكاف فتغلظ جداً، فيقولون «الگوم» يريدون القوم• فتكون القاف بين الكاف و القاف، وهذه لغة معروفة في بني تميم ...»۔

یعنی: «قبیلہ بنو تمیم «ق» کو «ک» سے ملادیتے ہیں یہاں تک کہ وہ بہت گاڑھا ہوجاتا ہے، اس طرح وہ «قوم» کو «گوم» کہتے ہیں، یہ «ق»

«ک» اور «گ» کے بیچ میں ہوتا ہے، بنوتمیم کی یہ بولی معروف ہے...»۔

اسی نطق کی رو سے «القطن» سے algodon بنا۔ یہی لفظ پرتگالی میں algodão ہے جس کا تلفظ ہے «الگوداوں»۔

جرمن قوم نے عربی کا لفظ نہیں اپنایا، اپنی عادت کے مطابق انہوں نے کپاس کے لیے ایک لفظ گڑھ لیا، اور وہ Baumwolle ہے جس کے لفظی معنی ہیں: «درخت کا اون»۔ جرمن کے پڑوسی قوموں کے یہاں بھی اسی لفظ کی مختلف شکلیں پائی جاتی ہیں، چنانچہ سویڈش میں bomull ہے، اور ڈینش میں bomuld۔

یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ انگریزی میں ایک لفظ ہے acton جس کے معنی ہیں: زرہ بکتر کے نیچے پہنا جانے والا روئی سے بھرا ہوا لباس، یہ بھی «القطن» سے آیا ہے۔ قدیم فرانسیسی میں یہ لفظ auqueton کی شکل میں تھا جس میں al کو au سے بدل دیا گیا۔ انگریزی میں یہ لفظ hacqueton کی صورت میں لکھا جاتا ہے۔

کافی: یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ «کافی» انگریزی coffee سے ماخوذ ہے، لیکن بہت کم لوگ یہ جانتے ہوں گے کہ coffee انگریزی میں عربی سے ماخوذ ہے۔

عربی میں اس کی اصل «قہوۃ» ہے جس کے معنی شراب کے ہیں، اور شراب کو قہوہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ شرابی کی بھوک ختم کر دیتی ہے۔

عربی میں کہتے ہیں: قَهِيَ الـرَّجلُ قَهْياً یعنی اس کی اشتہا کم ہوگئی، اور أقْهَاهُ الشيءُ عَنِ الطَّعَامِ یعنی اس چیز نے اس کی اشتہا ختم کردی۔

ماضی قریب میں یمن میں جب کافی کے بیج کا مشروب بننے لگا تو لفظ «قہوہ» کا اطلاق اس نئے مشروب پر کردیا گیا، شاید اس کی وجہ یہی ہو کہ کافی سے بھی بھوک مرجاتی ہے۔

مشہور لغوی زبیدی* «تاج العروس» میں لکھتے ہیں: «قلت : هذا هو الأصل فی اللغة، ثم أطلقت على ما يشرب الآن من البنّ لثمر شجر باليمن ٠٠٠ يقلى على النار قليلاً، ثم يدق، ويغلى بالماء ٠٠٠» جس کا ترجمہ یوں ہے:

---

* عربی زبان کے مشہور عالم مرتضیٰ زبیدی ہندوستان کے شہر بلگرام (یوپی) سے تھے۔ ہجرت کر کے یمن چلے گئے تھے اور شہر زبید میں سکونت اختیار کرلی۔ بعد میں مصر چلے گئے، اور وہیں، ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰ء میں ان کا انتقال ہوا۔ عربی کی مشہور ڈکشنری «القاموس المحیط» کی شرح لکھی جس کا نام «تاج العروس من جواہر القاموس» رکھا، جو دس بڑی جلدوں میں ہے۔ عربی لغت کے بارے میں ان کا قول حرف آخر مانا جاتا ہے۔

«میں نے کہا: عربی زبان میں اس کے یہی اصلی معنی ہیں (یعنی قہوہ بمعنی شراب)، پھر یمن میں اگنے والے ایک پودے کے بیج سے بننے والے مشروب پر اس کا اطلاق کر دیا گیا جسے آجکل لوگ پیتے ہیں۔ ان بیجوں کو آگ پر تھوڑا سا بھون لیا جاتا ہے، پھر ان کو کوٹا جاتا ہے، اور پھر پانی میں ابالا جاتا ہے»۔

قہوہ ترکی زبان میں kahve کی صورت میں داخل ہوا۔ ترکی سے ڈچ زبان میں بصورت coffie داخل ہوا، اس میں «k» کے بعد والے «a» کو «o» میں بدل دیا گیا۔ ڈچ سے یہ لفظ سترہویں صدی میں انگریزی میں آیا۔

یورپ کی بعض زبانوں میں «قہوہ» کے قاف کے فتحہ کو باقی رکھا گیا ہے۔ چنانچہ فرانسیسی، ہسپانوی اور پرتگالی میں اس کی شکل ہے café، اور اطالوی میں caffè، اور جرمن میں Kaffee۔

فرانسیسی میں cafe کافی کو بھی بولتے ہیں، اور کافی پینے کی جگہ کو بھی۔ اسی مناسبت سے برصغیر کے قہوہ خانوں کے سائن بورڈ پر «کیفے ٠٠٠» یا «کیفِ ٠٠٠» لکھتے ہیں۔

ہسپانوی زبان میں کافی فروش کو cafetero کہتے ہیں۔ اسی لفظ سے کیوبا کے لوگوں نے cafateria بنایا جس کے معنی ہیں: قہوہ خانہ۔

یورپ کی بعض زبانوں میں اعلیٰ قسم کی کافی کو Mocha کہتے ہیں۔ یہ دراصل یمن کی بندرگاہ ((مخا)) کے نام سے ماخوذ ہے جہاں سے کافی کے بیج برآمد کیے جاتے تھے۔

کرفیو: خانہ بندی کا حکم، انگریزی curfew سے ماخوذ ہے۔

ازمنہ وسطیٰ کے یورپ میں غروبِ آفتاب کے وقت گھنٹی بجتی تھی جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ لوگ آگ اور بتیاں بجھا دیں، اور جو لوگ گھر کے باہر ہیں وہ گھر لوٹ جائیں۔

گرے (Grey) کی مشہور Elegy کی ابتداء میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے:

The curfew tolls the knell of parting day.

یعنی: کرفیو کی گھنٹی گذرے ہوئے دن کے جنازے کی خبر دیتی ہے۔

کرفیو کا لفظ انگریزی میں فرانسیسی سے آیا ہے۔ قدیم فرانسیسی میں اس کا املاء یوں ہے: covrefeu، یہ دو اجزاء سے مرکب ہے، پہلے جزء covre کے معنی ہیں: ((ڈھانک دے))، اور دوسرے جزء feu کے معنی

ہیں: ((آگ))، پورے لفظ کے معنی ہوئے ((آگ کو ڈھانک دے))، آجکل کی فرانسیسی میں اس کی صورت یوں ہے: couvre-feu۔

اللہ کا شکر ہے کہ آجکل کے کرفیو میں آگ جلانے پر پابندی نہیں ہے۔

کرم: معروف سبزی۔

یہ فارسی لفظ ہے، فارسی کا شاعر کہتا ہے:

در روزگار ہیچ نشان دیدی از کرم   جز درمیان سبزۂ اطراف بوستان

یعنی: تو نے زمانے میں کہیں بھی کرم کا نام و نشان تک نہیں پایا، ماسوا باغ کی سبزی میں۔ مطلب یہ کہ جود و کرم نہیں ملا، البتہ باغ میں کرم کلا ملا۔

فارسی میں ((کرم)) کی جگہ ((کلم)) بھی کہتے ہیں۔

یہ فارسی لفظ در اصل یونانی ہے، یونانی میں اسے ((کُرنبے)) (κραμβη) کہتے ہیں۔ اسی یونانی لفظ سے عربی میں ((کُرنب)) آیا ہے۔

یونانی میں پھول گوبھی کو ((کرنبدیون)) (κραμβιδιον) کہتے

ہیں، اور اس لفظ سے عربی میں «قرنبیط» آیا ہے جس کے معنی پھول گوبھی کے ہیں۔

کمرا: یہ پرتگالی لفظ câmara سے ماخوذ ہے۔ اس کی اصل یونانی لفظ camara ہے جس کے معنی ہیں: ایسا تہہ خانہ جسکی چھت خمیدہ ہو۔ یہ لفظ لاطینی میں camera ہے اور اسی کے ذریعہ تمام لاطینی نژاد زبانوں میں آیا ہے۔

ہسپانوی زبان میں اس کی شکل cámara ہے، اور اطالوی میں camera۔ یہی لفظ فرانسیسی میں chambre کی شکل میں ملتا ہے، آجکل کی فرانسیسی میں اس کا تلفظ «شامبر» ہے، اور قدیم فرنچ میں «چامبر»۔ اسی قدیم فرنچ سے انگریزی میں chamber آیا ہے۔

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ آلہ تصویر کا نام جو کیمرہ camera ہے وہ بھی اسی لاطینی لفظ سے ہے۔ اس کا پورا نام ہے camera obscura یعنی اندھیرا کمرا۔

کمہار: مٹی کے برتن بنانے والا۔

سنسکرت میں اس کی اصل «کمبھ کار» ہے۔ «کمبھ» کے معنی ہیں: مٹی کا برتن، مٹکا۔

فارسی سنسکرت کی بہن ہے، دونوں زبانوں میں بے شمار الفاظ مشترک ہیں، ان میں سے ایک «کمبھ» بھی ہے۔ فارسی میں اس کا ہمریشہ «خُمب» ہے۔ فارسی میں اس قسم کی صوتی ترکیب میں «ب» کا حذف جائز ہے، چنانچہ: «دُمب» سے لفظ «دم» بنا، اور «سُمب» سے لفظ «سم» بنا، اسی طرح «خمب» سے لفظ «خم» بنا۔ اسی مناسبت سے شراب خانے کو خم خانہ کہتے ہیں۔

یہ «خمب» عربی میں بھی داخل ہوا، اور «حُبّ» کی شکل اختیار کی جس کے معنی گھڑے کے ہیں۔ ابن درید جمہرۃ اللغۃ (۱/۲۵) میں کہتے ہیں:

«الحبُّ ضدّ البغض، أمّا الحبّ الذى يكون فيه الماء فهو فارسى معرّب، وهو مولد • قال أبو حاتم: أصله خُنب، فعرّب، فقلّبوا الخاء حاء وحذفوا النون، فقيل حبّ، ومنه سمّى الرجل خُنُبيّاً لأنهم كانوا ينبذون فى الأحباب»۔

یعنی: «حبّ ضد ہے بغض کا۔ لیکن وہ «حبّ» جس میں پانی ہوتا ہے وہ

فارسی سے معرب ہے، اور وہ مولّد ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں: اس کی اصل خُنب ہے جس کو عربایا گیا، اس کے «خ» کو «ح» سے بدل دیا گیا، اور نون حذف کر دیا گیا، اور وہ «حبّ» ہوگیا۔ اسی سے «حَنتمی» کا نام بھی پڑا، کیوں کہ وہ لوگ گھڑوں میں نبیذ تیار کرتے تھے»۔

«خمب» کی تصغیر «خمبرہ» ہے یعنی چھوٹا مٹکا، یہ لفظ ترکی میں داخل ہوا، اور چونکہ اس کی شکل بم سے ملتی ہے اس لیے بم کو «بَرہ» کہنے لگے۔ بعد میں «خ» کو «ق» سے بدل کر «قمبرہ» کہا۔ پھر عربوں نے اسے اپنایا، کچھ دنوں تک اس کو «قنبرہ» ہی کہتے رہے، بعد میں «ر» کو «ل» سے بدل کر اس کو «قنبلہ» بنا دیا جو اب تک جاری ہے۔

کوتوال: یہ لفظ فارسی ہے جس کے اصلی معنی ہیں: «قلعہ کا محافظ»۔ لیکن یہ سنسکرت سے فارسی میں داخل ہوا ہے۔ سنسکرت میں اس کی اصل «کوٹ پال» (कोटपाल) ہے۔ «کوٹ» کے معنی قلعہ کے ہیں، اور «پال» کے معنی ہیں «رکھوالا»۔ برصغیر میں بہت سے شہروں، قصبوں کے نام «کوٹ» سے مرکب ہیں، جیسے: راج کوٹ، بالاکوٹ، عمرکوٹ، سیالکوٹ وغیرہ۔

یہ لفظ برصغیر کے باہر بھی پایا جاتا ہے۔ فلپین کے جزیرۂ منڈناؤ میں ایک

شہر کا نام «کوٹا باٹو» ہے جس کے معنی ہیں: پتھر کا قلعہ۔ اسی طرح ملائشیا کی ریاست صباح کا پایہ تخت «کوٹا کینا بالو» ہے۔ جنوبی مشرقی عراق میں ایک شہر «الکوت» کہلاتا ہے۔ اور اسی کی تصغیر «الکویت» ہے۔

کھانڈ: سنسکرت میں اس کی اصل «کھنڈ» (खण्ड:) ہے۔ یہ لفظ فارسی میں «کند» کی شکل میں داخل ہوا۔

امروز زکندہائے ابلوچ   پہلوی جوالہا دریدہ

فارسی سے عربی میں «قند» بنا۔ عربی سے یہ لفظ یورپی زبانوں میں داخل ہوا۔ فرانسیسی میں candi بنا، اور فرانسیسی سے انگریزی میں candy کی شکل میں آیا۔

کہکشاں: یہ بے شمار ستاروں کا مجموعہ ہے جو ہم سے بہت دور ہونے کی وجہ سے آسمان پر غبار کی ایک پٹی کی طرح نظر آتا ہے۔ یہ بہت خوبصورت اور شاعرانہ لفظ ہے، لیکن اسے کرید کر دیکھیں تو اس کی ساری رعنائی ختم ہوجاتی ہے۔

قدمائے فارس نے جب اس غبار نما ستاروں کو تخیل کی آنکھوں سے دیکھا تو انہیں ایسا لگا کہ کوئی سوکھی گھاس کا گٹھا کھینچ کر لے جا رہا ہے جس کی وجہ سے آسمان پر کھینچنے کا نشان پڑ گیا ہے، اور سوکھی گھاس کے بے شمار پرزے بکھر گئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس کا نام «کہکشاں» رکھ دیا جس کے لفظی معنی ہیں: سوکھی گھاس کھینچنے والا۔ یاد رہے کہ (کہہ) لفظ «کاہ» کا مخفف ہے جس کے معنی سوکھی گھاس کے ہیں، اور «کشاں» کے معنی ہیں: کھینچنے والا، جو «کشیدن» سے مشتق ہے۔

عربوں کی بھی یہی سوچ تھی، چنانچہ انہوں نے اس کا نام «مَجرّة» رکھا جس کے معنی ہیں: کھینچنے کی جگہ۔

آجکل بعض عرب ملکوں میں «مجرة» کی جگہ «دَربُ التبّانة» کہتے ہیں، یہ لفظ فارسی «کہکشاں» کا ہو بہو ترجمہ ہے، «درب» کے معنی ہیں: راستہ، اور «تبانة» کے معنی ہیں: سوکھی گھاس والے۔

یورپی لوگوں کا تخیل کچھ مختلف ہے، ان کو گھاس کے پرزوں کی بجائے دودھ نظر آتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس پٹی کا نام «دودھ کا راستہ» رکھا۔ اسی بنا پر انگریزی میں کہکشاں کو Milky Way، جرمن میں Milchstraße، اور فرانسیسی میں voie lacté کہتے ہیں۔

انگریزی میں ایک اور لفظ galaxy بھی ہے، یہ یونانی لفظ galaxias (γαλαξιας) سے لیا گیا ہے جو gala (γαλα) بمعنی دودھ سے ماخوذ ہے۔

قدمائے ہند نے ستاروں کی اس پٹی کو دریا کے روپ میں دیکھا، اور اس کا نام «آکاش گنگا» (आकाश गंगा) رکھا یعنی آسمانی گنگا۔

کیبل: انگریزی cable اور فرانسیسی câble سے ماخوذ ہے جس کی اصل لاطینی capulum ہے۔ اس سے آگے علمائے لغت کا اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ لاطینی لفظ عربی کے «حبل» بمعنی رسّی سے ماخوذ ہے۔ Oxford Concise Dictionary of English Etymology نے بھی یہی بات لکھی ہے۔

گودام: سامان ذخیرہ کرنے کی جگہ۔

یہ Malay زبان کا لفظ ہے، اور اس کی اصل gudang ہے۔ یہ لفظ انگریزی میں godown کی شکل میں داخل ہوا ہے۔

اور جنوبی ہند کی تمل زبان میں بھی ‹‹کڈنگ›› கிடங்கு کی شکل میں داخل ہوا ہے۔

فیروز اللغات میں لکھا ہے کہ ‹‹گودام›› godown کا مورد ہے۔ یہ بات صحیح نہیں ہے، اردو میں یہ لفظ براہِ راست Malay زبان سے آیا ہے۔

گیس: یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ ‹‹گیس›› انگریزی لفظ gas سے ماخوذ ہے، لیکن بہت کم لوگ اس لفظ کی پچھلی تاریخ سے واقف ہوں گے۔

قدیم فلاسفہ کا خیال تھا کہ تخلیقِ کائنات سے پہلے اس فضائے لامتناہی میں شکل وصورت سے عاری ایک مادہ نہایت بے ترتیبی کے ساتھ پھیلا ہوا تھا جس کا نام انہوں نے یونانی زبان میں ‹‹خاؤس›› χαος رکھا۔ لفظ خاؤس کے اصل معنی ہیں: بے ترتیبی، بدنظمی، ابتری۔ اس کے برخلاف کائنات کا نام انہوں نے یونانی میں ‹‹کوسموس›› (κοσμος) رکھا جس

کے معنی ہیں: حسنِ ترتیب۔

یہ دونوں لفظ انگریزی اور دوسری یورپی زبانوں میں chaos اور cosmos کی صورت میں مستعمل ہیں۔

سترہویں صدی عیسوی میں ہالینڈ کے سائنسدان فان ہلمونٹ J.B.Van Helmont (۱۵۷۷ - ۱۶۴۴) نے جب گیس کے لیے لفظ وضع کرنا چاہا تو اسے گیس اور فلاسفہ کے خاؤس کے درمیان کافی مشابہت نظر آئی، خاؤس کی طرح گیس کی بھی کوئی متعین شکل نہیں ہے، جس ظرف میں جاتی ہے اسکی شکل اختیار کرلیتی ہے، چنانچہ اسی مشابہت کی بنا پر اس نے اس کا نام ‹‹خاؤس›› رکھ دیا۔

اب آپ جھنجھلا کر پوچھیں گے: تو پھر لفظ ‹‹خاؤس›› سے ‹‹گیس›› کیسے بن گیا؟ جواباً عرض ہے کہ: اس کا نام آج بھی ولندیزی (ڈچ) زبان میں ‹‹خاس›› ہے، اور اس کا املاء gas ہے کیوں کہ ڈچ زبان میں g کو ‹‹خ›› پڑھتے ہیں۔ لیکن جب یہ لفظ انگریزی میں داخل ہوا تو انگریزوں نے اپنی زبان کے قواعد کی رو سے اسے ‹‹گیس›› پڑھا۔

فرانسیسی میں یہ لفظ gaz کی صورت میں داخل ہوا، جو عربی میں آکر ‹‹غاز›› بن گیا۔

لاٹ: انگریزی لفظ lord سے ماخوذ ہے۔

آجکل lord بہت ہی بلند پایا لقب ہے،اور اس کا بہت اونچا مقام ہے۔ لیکن اسے کرید کر دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ ابتداء میں اس کی کوئی ایسی حیثیت نہیں تھی۔

قدیم انگریزی میں اس کی اصل ہے hlæfweard یعنی: روٹی کا نگہبان۔ اس لفظ کا پہلا جزء hlæf آج کل کی انگریزی میں loaf بن گیا ہے جس کے معنی روٹی کے ہیں۔ یہی لفظ جرمن میں Laib کی شکل میں ہے۔

دوسرا جزء weard آجکل کی انگریزی میں ward ہے۔

اسی طرح lady کی بھی پہلے گرہستن کی حیثیت تھی۔ قدیم انگریزی میں اس کی اصل ہے hlæfdige یعنی: روٹی کے لیے آٹا گوندھنے والی۔ اس کا دوسرا جزء dige (گوندھنے والی) آج کل مستعمل نہیں، لیکن اس کا تعلق dough سے ہے جس کے معنی ہیں: گندھا ہوا آٹا۔

لحظہ: کم سے کم مدت، پل۔

؏ وہاں دگرگوں ہے لحظہ لحظہ، یہاں بدلتا نہیں زمانہ

عربی میں «لحظہ» کے لفظی معنی ہیں: پلک جھپکنا۔ اسی طرح «لمحہ» کے لفظی معنی بھی پلک جھپکنے کے ہیں۔ قرآن شریف میں ہے ﴿وَ مَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ﴾ [القمر: ۵۰] یعنی: «ہمارا حکم تو بس ایک ہی لفظ ہوتا ہے، اور پلک جھپکاتے وہ عمل میں آجاتا ہے»۔

ایک تیسرا لفظ بھی عربی میں استعمال ہوتا ہے، اور وہ ہے «طَرْفَةَ عَيْنٍ» اور اسکے معنی بھی وہی ہیں، حدیث میں آیا ہے: «وَ لَا تَكِلْنَا إِلَى أَنْفُسِنَا طَرْفَةَ عَيْنٍ» یعنی: اے اللہ ہمارے معاملات کو پل بھر کے لیے بھی ہمارے حوالہ نہ کرنا۔

فارسی میں پلک جھپکنے کے لیے «چشمِ زدن» استعمال کرتے ہیں۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد   روئے گل سیر نہ دیدیم و بہار آخر شد

یعنی: افسوس کہ پل بھر میں محبوب کی صحبت ختم ہوگئی، پھولوں کے نظارہ سے ابھی طبیعت بھری بھی نہ تھی کہ بہار ختم ہوگئی۔

اس خیال کو انگریزی میں the blink of an eye کہا جاتا ہے، جیسے:

It all happened in the blink of an eye.

بالکل اسی طرح کی تعبیر جرمن میں بھی ہے، جرمن کہتے ہیں:

einen Augenblick.

لغت: اردو میں یہ لفظ ڈکشنری کے لیے بولتے ہیں۔

یہ عربی لفظ ہے لیکن عربی میں اس کے معنی زبان کے ہیں، جیسے ((اللغة العربية)) یعنی عربی زبان، ((اللغة الإنكليزية)) انگریزی زبان۔

الفاظ کی تحقیق پر مشتمل کتابوں کو عربی میں ((کتب اللغة)) کہتے ہیں۔

اس قسم کی بعض کتابیں بہت مشہور ہیں جیسے **الكامل للمبرد، فصيح ثعلب، الأمالي للقالي** وغیرہ۔ یہ کتابیں ڈکشنریاں نہیں ہیں، ان میں چیدہ چیدہ الفاظ پر بحث ہوتی ہے، یہ الفاظ جن قصیدوں میں آئے ہیں ان کو بھی پیش کیا جاتا ہے، ان کے معانی و مطالب کو ثابت کرنے کے لیے قرآنی آیات، احادیث شریفہ، کلامِ عرب وغیرہ سے استدلال کیا جاتا ہے۔

اردو میں ((کتب لغة)) کی عبارت میں دو تبدیلیاں ہوئیں، پہلی تبدیلی لفظی ہے کہ ((کتب لغت)) میں سے کتب کو حذف کر کے صرف لغت پر اکتفاء

کیا گیا، اور اس کو تائے مفتوحہ سے لکھا گیا۔

دوسری تبدیلی معنوی ہے کہ اس کے مفہوم میں توسیع پیدا کر کے ڈکشنری پر اس کا اطلاق کیا گیا۔

فارسی میں بھی یہ لفظ ڈکشنری کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے، لیکن لفظِ ((نامہ)) کی اضافت کے ساتھ یعنی ((لغت نامہ))، علامہ علی اکبر دهخدا کا مشہور فارسی لغت جو ١٦ جلدوں میں ہے ((لغت نامہ)) کے نام سے موسوم ہے۔

لغت نامہ دہخدا
از علامہ علی اکبر

مات: اس کے معنی ہیں ہار، شکست۔ مات کرنا: شکست دینا، بازی لیجانا۔

؎ تدبیر کو تقدیر کے شاطر نے کیا مات

شطرنج میں جب ایک کھلاڑی کے بادشاہ کو شکست ہوتی ہے تو جیتنے والا کھلاڑی کہتا ہے: «الشاہ مات» یعنی: (تیرا) بادشاہ مرگیا، مات کرنا اسی سے ماخوذ ہے۔

شطرنج کی یہ اصطلاح یورپ کی کئی زبانوں میں داخل ہوئی ہے، چنانچہ انگریزی میں اسے checkmate کہتے ہیں جو دراصل «الشاہ مات» کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ اور اسی سے انگریزی میں mat یا matt کا لفظ بھی آیا ہے جس کے معنی ہیں: بے آب، بے چمک، یہ لفظ رنگ و روغن میں استعمال ہوتا ہے، جیسے:

a matt black enamel.

Will this paint give a gloss or a matt finish?

مارشل: مارشل دو قسم کا ہے: ایک وہ جو «مارشل لا» میں ہے،

دوسرا وہ جو «فیلڈ مارشل» میں ہے۔ یہ دو مختلف الفاظ ہیں اور ان کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں، ایک کا تعلق آسمان سے ہے تو دوسرے کا تعلق زمین سے۔

← «مارشل لا» والا مارشل انگریزی میں martial ہے جس کے معنی ہیں: حربی، عسکری، فوجی۔ یہ لفظ Mars سے مشتق ہے، جو لاطینی میں سیارۂ مریخ کا نام ہے۔ رومی عقیدے کے مطابق یہ سیارہ جنگ کا دیوتا ہے۔

← «فیلڈ مارشل» والا مارشل انگریزی میں marshal ہے۔ کیا آپ یقین کریں گے کہ اس کے اصلی معنی ہیں: گھوڑے کا نعلبند؟

marshal قدیم جرمن معلّیٰ (Old High German) کا لفظ ہے، اور یہ دو اجزاء کا مرکب ہے۔

پہلا جزء ہے marah جس کے معنی گھوڑے کے ہیں۔ یہ لفظ آج کل کی جرمن میں Mahre کی صورت میں موجود ہے، اور انگریزی کا لفظ mare اس کا ہمریشہ ہے۔

دوسرا جزء ہے schalh جس کے معنی ہیں: خادم، نوکر۔ یہ لفظ جدید جرمن میں Schalk کی صورت میں موجود ہے، لیکن اس کے معنی بدل گئے ہیں آجکل اس کے معنی ہیں: شرارتی۔

مارشل کے اصلی معنی آجکل بھی فرانسیسی میں موجود ہے، جس میں نعلبند کو maréchal-ferrant کہتے ہیں، اور نعلبندی کے لیے maréchalerie ۔

نعلبند سپہ سالار کیسے بن گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نعلبند مختلف مرحلوں سے گذر کر اس مرتبے بلند کو پہنچا ہے۔ پہلے صرف نعلبند تھا، پھر شاہی نعلبند ہوا، پھر ترقی کر کے جنگی انتظام کا ذمہ دار بنا، پھر افسر رہا، اور آخر میں سپہ سالار بن گیا۔

مالیخولیا: ایک قسم کا جنون۔

یہ معرّب لفظ ہے اس کی اصل یونانی میں «مَلَنْخُولیا» (μελαγχολια) ہے۔ یہ لفظ دو اجزاء سے مرکب ہے: «مَلَن» (μελαν) بمعنی «سیاہ» و «خولے» χολη بمعنی پِت۔ سیاہ پِت سے مراد ہے سوداء۔

طبّ یونانی کے مطابق سوداء کے غلبہ کی وجہ سے یہ بیماری لاحق ہوتی ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ انگریزی میں melancholy

اسی یونانی لفظ سے ہے۔ (دیکھیے: مزاج)۔

مرمر: یہ معرب یونانی لفظ ہے۔

یونانی میں اس کی اصل μαρμαρος (marmar-os) ہے۔ یہ μαρμαιρω (marmairo) سے مشتق ہے جس کے معنی چمکنے کے ہیں۔

اس میں «م» اور «ر» کی تکرار ہے۔ جب یہ لفظ فرنچ میں داخل ہوا تو صوتی مغایرت (dissimilation) کے قاعدے کی رو سے دوسرے میم کو «ب» سے بدل دیا گیا۔ اس تبدیلی کے بعد یہ لفظ فرانسیسی میں marbre بن گیا۔ پھر بھی «ر» کی تکرار باقی رہی۔ جب یہ لفظ فرنچ سے انگریزی میں منتقل ہوا تو انگریزوں نے «ر» کی تکرار بھی ختم کر دی، اور دوسری «ر» کو «ل» سے بدل کر اسے marble بنا دیا۔ اس طرح اس لفظ میں اب صرف ایک «م» اور ایک «ر» ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ «مرمر» اور marble ایک ہی لفظ کی دو شکلیں ہیں۔

مزاج: عربی میں مزاج کے معنی ہیں آمیزش، ملاوٹ۔ قرآن شریف میں ہے ﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا﴾۔ [سورۃ الدھر: ۵] ترجمہ: نیک لوگ (جنت میں) شراب کے ایسے ساغر پئیں گے جن میں کافور کی آمیزش ہوگی۔

یہ مصدر ہے مَزَجَ کا، جیسے: مزجتُ اللبنَ بالماءِ، یعنی: میں نے دودھ میں پانی ملادیا۔

اس لفظ میں حالت اور طبیعت کا مفہوم کیسے پیدا ہوا؟ اس کا جواب طبِّ یونانی میں ہے۔ طبِّ یونانی کا نظریہ ہے کہ انسان کی صحت ومرض کا دار ومدار چار اخلاط پر ہے، جو یہ ہیں: خون، صفراء، سوداء اور بلغم۔ اگر ان چاروں اخلاط کی آمیزش ایک خاص تناسب کے ساتھ ہوتو انسان کی جسمانی اور عقلی حالت ٹھیک ہوتی ہے، اور اگر اس تناسب میں خلل واقع ہوتو پھر بیماری لاحق ہوتی ہے۔

انگریزی میں اس کو temprament کہتے ہیں۔ یہ لفظ بھی طبِّ یونانی کے نظریہ کے ماتحت بنا ہے۔ اور لاطینی لفظ temperare سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں آمیزش کرنا۔

مسافت: یہ عربی لفظ ((سَاف)) سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں: سونگھنا، اور ((مسافۃ)) اسمِ مکان ہے، یعنی سونگھنے کی جگہ۔ بھلا اس لفظ میں فاصلہ اور دوری کے معنی کیسے پیدا ہوگئے؟ اس سوال کا جواب صحرا نشین عربوں کی طرزِ زندگی میں پوشیدہ ہے۔

لق ودق صحرا میں سفر کرنے والے مسافر یہ جاننے کے لیے کہ آیا وہ صحیح راستے پر گامزن ہیں یا نہیں راستے کی مٹی اٹھا کر سونگھتے تھے، اور اس کی بو سے صحیح راستے کا پتا لگالیتے۔ مشہور عربی شاعر رؤبۃ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

إِذَا الدَّلِيلُ اسْتَافَ أَخْلَاقَ الطُّرُقْ

یعنی: جب رہبر راستے کے حالات معلوم کرنے کے لیے اس کی مٹی سونگھے۔

((المصباح المنیر)) کے مصنف الفیومی کہتے ہیں: ((لفظ مسافۃ ساف سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں: سونگھنا، اس کی وجہ یہ ہے کہ بھٹکا ہوا رہبر راستے کی مٹی لے کر سونگھتا ہے، اگر اس کو (اونٹوں کے) پیشاب اور (ان کی) مینگنیوں کی بو آئے تو اس کو اطمینان ہوجاتا ہے کہ قافلہ صحیح راہ پر گامزن ہے، اور اگر مٹی میں پیشاب کی بو نہ ہوتو پھر اسے اس بات کا یقین ہوجاتا ہے کہ قافلہ راہ بھٹک چکا ہے))۔

غبارِ راہ سے راستہ معلوم کرنے کا یہ طریقہ آجکل بھی مستعمل ہے۔ میرے ایک دوست نے بتایا کہ ایک دفعہ وہ اپنے نابینا دوست کے ساتھ ٹیکسی سے جا رہے تھے، راستے میں ٹیکسی خراب ہوگئی، اور ان کو پیدل چلنا پڑا، میرے دوست اس جگہ سے ناواقف تھے، نابینا نے کہا: کوئی فکر کی بات نہیں، میں ابھی معلوم کرتا ہوں، انہوں نے زمین کی مٹی اٹھا کر سونگھی اور کہنے لگے: مجھے پتا چل گیا کہ ہم کہاں ہیں، اور انکی رہنمائی میں وہ منزلِ مقصود تک پہنچ گئے۔

صحرانوردوں نے کتنا فاصلہ طے کرلیا ہے، اور منزل مقصود تک کتنا فاصلہ باقی ہے؟ بھٹکے ہوئے مسافر راہِ راست سے کتنے دور، اور ہلاکت سے کتنے قریب ہیں؟ چونکہ ان باتوں کا علم راستے کی مٹی سونگھنے سے حاصل ہوتا ہے اس لیے لفظ «مسافت» سے «بو» نکل گئی، اور اس کی جگہ «فاصلہ» نے لے لی۔

مغ: اردو میں مُغ بضم میم ہے، فارسی میں ضمہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ آتا ہے۔

اس کے اصل معنی ہیں: آتش پرست، مجوسی۔ فارسی کے شاعر ابو حنیفہ اسکافی کہتے ہیں:

از عدو آنگہ حذر بکن کہ شود دوست
از مغ ترس آن زمان کہ گشت مسلمان

یعنی: دشمن سے اس وقت ہوشیار رہ جب وہ دوست بن جائے، اور آتش پرست سے اس وقت ہوشیار رہ جب وہ مسلمان ہو جائے۔

چونکہ اسلامی ملکوں میں مجوسی ہی شراب بیچتے تھے اس لیے مغ کے معنی شراب فروش کے ہوگئے، اردو میں یہ لفظ انہیں معنوں میں مستعمل ہے۔

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق

شراب فروشوں کے بڑے کو پیر مغان، اور شراب فروش کے لڑکے کو مغ بچہ کہا جاتا ہے۔

«مغ» فارسی سے یونانی میں بصورت magos (μαγος) داخل ہوا۔ اس میں لفظ کا اصلی جزء mag ہے، اور آخر میں os- یونانی میں اعرابی علامت ہے۔

یہی یونانی لفظ magos عربی میں «مجوس» کی صورت میں داخل ہوا جس میں «گ» کو «ج» سے بدل دیا گیا ہے۔

۵۳۹ ق م میں ایران کے ہخامنشی فرمانروا کورش نے بابل فتح کیا۔ اس فتح کے بعد بابل میں بھی مجوسیت پھیلی، بابل کے باشندے پہلے سے جادو اور

شعبدہ بازی میں ماہر تھے۔ اس لیے بابلی تناظر میں «مغ» کے معنوں میں مجوسیت کے ساتھ ساتھ سحر کی آمیزش بھی شامل ہوگئی۔ چنانچہ یونانی میں «ماگیکے تخنے» (μαγικη τεχνη) یعنی «فنِ مغان» سے مراد جادو ہے۔ اسی لفظ سے انگریزی میں magic آیا، اور یہ لفظ یورپ کی اکثر زبانوں میں پایا جاتا ہے۔

لسانی شہادت کی رو سے «مجوس» اور magician کی اصل ایک ہے، یہ دونوں لفظ ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں؛ لیکن دونوں کی پرورش مختلف تاریخی ماحول میں ہوئی ہے۔

اس طرح «مغ» اور «مجوس» اصل میں دونوں ایک ہیں؛ لیکن «مجوس» کے رخسار آتشِ حقیقی کے شعلوں سے سرخ ہیں، جبکہ «مغ» کے گالوں کی سرخی شرابِ ناب کی حرارت کی مرہونِ منت ہے۔

مقناطیس: قدیم زمانے میں ترکی کے جنوب مغربی علاقے میں «مگنیسیا» (Magnesia) نامی ایک جگہ تھی۔ یہاں چُمبک کا پتھر ملتا تھا۔ یونانی زبان میں اس پتھر کو «مگنے ٹس لیثوس» (Μαγνητις λιθος) کہتے تھے، یعنی مگنیسیا کا پتھر۔ یہی یونانی لفظ magnetis عربی میں

«مغناطیس» بنا، اردو میں «غ» کی جگہ «ق» سے بولتے ہیں۔

اور یہی لفظ انگریزی میں magnet کی صورت میں داخل ہوا۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ magnesium اور manganese بھی اسی مگنیسیا کی طرف منسوب ہیں۔

ملّا: پہلے ترکی زبان میں «مُنلا» لکھا جاتا تھا۔ اور «منلا» بگڑی ہوئی شکل ہے «مولیٰ» کی۔ عالمِ دین کے لیے لفظ «مولانا» استعمال کرتے ہیں، جس کے معنی ہیں: «ہمارے آقا»۔ قدیم ترکی زبان میں «مولیٰ» کی جگہ «منلا» بولتے تھے، چنانچہ جلال الدین رومی کو «مولائے روم» کی جگہ «منلائے روم» کہتے تھے۔

لفظ «مولیٰ» کی طرف نسبت دیں تو «مولوی» بنتا ہے، اور یہ لفظ بھی عالمِ دین کے لیے بولا جاتا ہے۔

ملیریا: انگریزی اور دوسری زبانوں میں malaria اطالوی زبان سے ماخوذ ہے۔ اطالوی زبان میں اس کی اصل mal'aria ہے جو mala

aria کا اختصار ہے۔ mala aria کے لفظی معنی ہیں: ((خراب ہوا))۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ لوگوں کا خیال تھا کہ یہ بخار دلدل سے اٹھنے والے بخارات کی وجہ سے آتا ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس کا سبب مچھر ہے۔

موسیقی: یونانی دیومالا کی رو سے زیوس (Zeus) دیوتا کی نو بیٹیاں تھیں۔ ان میں سے ہر ایک ((موسا)) (Μουσα / Musa) کہلاتی تھی۔ ہر موسا کسی نہ کسی فن کی سرپرستی کرتی تھی۔ ذیل میں موساؤں کے نام کے ساتھ ان فنون کا ذکر ہے جن کی وہ سرپرست تھیں:

۱) کالیوپے (Calliope) : رزمی شاعری (epic poetry)

۲) کلیو (Clio) : تاریخ

۳) اراٹو (Erato) : غزل

۴) اویٹرپے (Eutrepe) : سنگیت اور غنائی شاعری (lyric poetry)

۵) ملپومنے (Melpomene) : المیہ (tragedy)

۶) پولی ہمنیا (Polyhymnia) : مقدس غنائی شاعری

۷) ٹرپسی خورے (Terpsichore) : رقص

۸) ثالیا (Thalia) : کومیڈی

۹) اورانیا (Urania) : علم ہیئت

مندرجہ بالا علوم وفنون میں سے ہر ایک کو ((موساوی فن)) کہا جاتا تھا۔ یہ عبارت یونانی میں یوں ہے ((مُوسیکے تخنے)) (μουσικη τεχνη)۔ پہلا لفظ ((موسیکے)) عربی میں ((موسیقی)) کی شکل میں داخل ہوا، اور یورپی زبانوں میں (music) کی شکل میں۔

عربی میں موسیقی بفتح قاف ہے، اور اردو میں بکسر قاف۔

ویسے موسیقی سے مراد وہ تمام نو علوم وفنون ہیں جن کی سرپرستی موسائیں کرتی تھیں، لیکن بعد میں چل کر اسے سنگیت کے لیے مخصوص کر دیا گیا۔

موسیقی کے ماہر کے لیے جو ((موسیقار)) کا لفظ استعمال ہوتا ہے وہ سریانی ہے، اور اس کی اصل یوں ہے ܡܘܣܝܩܪܐ۔ یہ لفظ پہلے عربی میں داخل ہوا، اور پھر عربی سے اردو میں آیا۔

یہاں ایک اور بات قابلِ ذکر ہے وہ یہ کہ موساؤں کے مندر یا ان کے ملنے کی جگہ کو ((موسیّون)) (Μουσειον / Museion) کہا جاتا تھا۔ بعد میں اس لفظ کا اطلاق شعر وشاعری اور موسیقی کے مرکز پر کیا جانے

لگا۔ اسی طرح فلسفہ کی درسگاہ اور کتب خانہ کو بھی موسیّون کہا جانے لگا۔ یہ لفظ لاطینی زبان میں Museum بنا، اور اب انگریزی میں تاریخی نوادرات کی جگہ کے لیے بولا جاتا ہے۔

انگریزی میں لفظ «موسا» Muse کی شکل میں مستعمل ہے، یہ لفظ اس خیالی ہستی کے لیے بھی بولا جاتا ہے جو ہاتف کی طرح شاعروں کو شاعرانہ تخیلات مہیا کرتی ہے۔

فلپ سڈنی (Philip Sidney) کہتا ہے:

Fool! said my Muse to me, look in the heart and write.

یعنی: میرے ہاتف نے مجھ سے کہا: بیوقوف! اپنے اندر جھانک کر دیکھ اور لکھ۔

میراتھن: ۲۶ میل کی پیدل دوڑ۔

انگریزی میں اس کا املاء Marathon ہے۔ دراصل یہ ایک جگہ کا نام ہے جو ایتھنز سے ۲۲ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ۴۹۰ ق م میں یہاں

یونانیوں نے فارسی فوج پر فتح پائی تھی، اور اس فتح یابی کی خوشخبری دینے کے لیے ایک یونانی فوجی نے ایتھنز تک کا ۲۲ میل کا فاصلہ دوڑ کر طے کیا تھا۔

میکائیل: یہ عبرانی لفظ ہے، اور عبرانی میں اس کا املاء یوں ہے מיכאל ۔ یہ لفظ تین اجزاء سے مرکب ہے جو حسبِ ذیل ہیں:

۱- «می» جس کے معنی ہیں: کون۔

۲- «کَ» جس کے معنی ہیں: مانند۔ عربی میں بھی «کَ» انہیں معنوں میں مستعمل ہے، جیسے: أنت كأخي، یعنی: تو میرے بھائی کی مانند ہے۔

۳- «ایل» بمعنی خدا۔

تو پورے لفظ کے معنی ہیں: «کون ہے اللہ کی مانند؟»۔ یہ استفہام انکاری ہے، اور اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی مانند کوئی ہے نہیں۔

عبرانی قواعد نطق کی رو سے یہاں «ک» کو «خ» بھی پڑھا جاتا ہے، یعنی «میخائیل»۔ یونانی اور روسی زبان میں اس کو «میخائیل» ہی بولتے ہیں۔

انگریزی اور دوسری یورپی زبانوں میں اس لفظ کے املا میں جو ch ہے وہ یونانی «خ» کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

میکائیل کی انگریزی شکل Michael ہے، اس کو ((مایکل)) پڑھا جاتا ہے۔

فرنچ میں Michel لکھتے ہیں، اور ((مشیل)) پڑھتے ہیں۔

اطالوی میں Michele لکھتے ہیں، اور ((میکے لے)) پڑھتے ہیں۔

ہسپانوی اور پرتگالی میں Miguel لکھتے ہیں، اور ((میگوئیل)) پڑھتے ہیں۔

انگریزی میں Michael کو پیار سے Mike, Mick, Mickey کہتے ہیں۔

میگزین: بمعنی رسالہ۔

انگریزی magazine عربی لفظ ہے۔ عربی میں اس کی اصل ((مخازن)) ہے جو ((مخزن)) کی جمع ہے۔ ابتداء میں یہ گودام کے معنوں میں بولا جاتا تھا، جیسا کہ ۱۵۸۳ء کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے:

The merchants haue all one house or Magason ... and there they put all their goods of any value.

پھر اس کا اطلاق اسلحہ خانہ پر کیا گیا۔ پھر رسالہ پر کیونکہ اس میں ہفتہ بھر یا مہینہ بھر کے مضامین جمع ہوتے ہیں۔

فرنچ میں اس کا املا magasin ہے، اس کے معنی گودام کے علاوہ دوکان کے بھی ہیں۔

اطالوی میں یہ magazzino کی صورت موجود ہے، اس کے معنی بھی گودام اور دوکان کے ہیں۔

جزیرۂ ساردینیا کی زبان میں magasinu ہے، اور حرف کے الٹ پھیر سے اسے camasinu بھی کہا جاتا ہے۔

ہسپانوی زبان میں یہ عربی لفظ ((ال)) کے ساتھ داخل ہوا، یعنی ((المخازن))، آجکل اس کی شکل almacen ہے، جس میں سے ((خ)) حذف کردیا گیا ہے۔ اس کے معنی بھی گودام اور دوکان کے ہیں۔

یہی لفظ پرتگالی میں armazen کی شکل میں داخل ہوا جس میں ((ل)) کو ((ر)) سے بدل دیا گیا ہے، اس کے معنی بھی گودام اور دوکان کے ہیں۔

ناخدا: کشتی بان، غالب کہتے ہیں:

سفینہ جب کہ کنارے پہ جالگا غالبؔ
کسی سے کیا ستم وجورِ ناخدا کہیے

فارسی میں اس کی اصل ((ناو خدا)) ہے، اور ((ناو)) کے معنی ہیں کشتی۔ یہ لفظ دوسری انڈو یورپین زبانوں میں بھی پایا جاتا ہے، چنانچہ سنسکرت میں اس کا ہمریشہ لفظ ((نو)) (नौः) ہے، اور لاطینی میں navis۔ اسی لاطینی لفظ سے انگریزی میں navigation,naval,navy جیسے الفاظ آئے ہیں۔

یونانی میں کشتی کو naus (ναυς) کہتے ہیں، اور ملاّح کو nautes (ναυτης)، اسی لفظ سے انگریزی میں nautical آیا ہے جس کے معنی ہیں: ((جہاز، جہاز ران، اور جہاز رانی سے متعلق))۔

اور ایک دلچسپ بات سنیے۔ انگریزی کا nausea جسکے معنی: ((طبیعت کا مالش کرنا)) ہے، بھی اسی لفظ سے مشتق ہے۔ یونانی میں اس کے معنی sea-sickness کے ہیں، چونکہ یہ حالت بحری سفر کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے اس لیے اس کا تعلق کشتی سے جوڑ دیا گیا ہے۔

نستعلیق: رسم الخط جس میں اردو لکھی جاتی ہے۔

یہ لفظ ((نسخ)) اور ((تعلیق)) کو ملا کر بنایا گیا ہے۔ ((نسخ)) وہ رسم الخط ہے جس میں عربی عام طور پر لکھی جاتی ہے۔ اور ((تعلیق)) ایک فارسی خط ہے۔ ان دونوں خطوں کو ملا کر جو خط بنا وہ نستعلیق کہلایا۔

خطِ نستعلیق کے حسن و جمال کے پیشِ نظر لفظ نستعلیق ((باسلیقہ)) اور ((مہذب)) کے معنوں میں بولا جانے لگا۔

خطِ نستعلیق جتنا خوبصورت ہے اتنا ہی ٹیڑھا اور پیچیدہ بھی ہے، اس خط کو اپنانے کی وجہ سے اردو زبان طباعت کے میدان میں بہت پیچھے رہ گئی؛ کیوں کہ یہ خط بہت آزاد مزاج ہے، اور مشینی طباعت کی بندشوں کا متحمل نہیں۔ اسی لیے اردو کی طباعت مدتوں کاتبوں کی خطاطی کی مرہونِ منت رہی، اب کمپیوٹر کی ایجاد کے بعد یہ مسئلہ حل ہو پایا۔ لیکن ابھی دشواریاں باقی ہیں۔ کاش اردو ابتداء ہی سے خطِ نسخ اپنالیتی!

نکوٹین: تمباکو کا زہر۔

یہ لفظ ژاک نِکو (Jaques Nicot) کے نام سے ماخوذ ہے۔ یہ

پرتگال میں فرانس کا سفیر تھا، اور اس نے ۱۵۶۰ء میں پہلی بار فرانس میں تمباکو داخل کیا تھا۔

انگریزی اور دوسری یورپی زبانوں میں اس کے نام سے ماخوذ اور کئی الفاظ ہیں جن کا تعلق تمباکو سے ہے، مثلاً: Nicotiana یعنی تمباکو کا پودا، nicotiant یعنی تمباکو نوش، nicotize یعنی تمباکو کا کش لگا کر اپنے اوپر ایک خاص حالت طاری کرنا وغیرہ۔

نیک اختر : شادی کے دعوت نامے میں لکھتے ہیں: «میری دخترِ نیک اختر کا عقدِ سعید»۔

«نیک اختر» کے لفظی معنی ہیں: «اچھے ستارے والی» یعنی اچھی قسمت والی۔

ضعیف الاعتقاد انسان نے اپنی قسمت کی باگ ڈور ستاروں کے ہاتھ دے رکھی ہے، فلاں ستارے کے زیرِ اثر پیدا ہونے والا بختور ہوگا، اور فلاں ستارے کے زیرِ سایہ پیدا ہونے والا بدقسمت۔

اسی عقیدے کا مظہر انگریزی کا لفظ disaster ہے جس کے معنی کوئی

بڑی مصیبت اور تباہی کے ہیں، اور اسی سے disastrous مشتق ہے جس کے معنی ہیں: ہلاکت خیز، تباہ کن۔ لیکن اگر اس لفظ کی نقاب کشائی کی جائے تو اس لفظ کے چہرے پر تباہی کی بجائے انسان کی اپنی کمزوری اور ضعیف الاعتقادی نظر آئے گی، کیونکہ disaster کے لفظی معنی ہیں: برا ستارہ (dis + aster) یہاں dis بمعنی «برا» ہے، اور aster لاطینی astrum سے ہے جو بمعنی ستارہ ہے۔

یہ لفظ در اصل اطالوی ہے، اور اس زبان میں اس کی شکل disastro ہے، اطالوی سے یہ فرنچ میں بصورت desastre منتقل ہوا، اور پھر فرنچ سے انگریزی میں آیا۔

ویزا: پروانہ راہداری۔

انگریزی اور فرنچ لفظ visa لاطینی ہے، اور اس کے لفظی معنی ہیں: دیکھا گیا، یا دیکھا ہوا۔ پہلے سفری دستاویز پر اس عبارت کے لکھنے کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ اس دستاویز کی جانچ ہو چکی ہے، اور اس کو پڑھ کر دیکھ لیا گیا ہے، اور سب کچھ درست ہے۔

ویکسین: چیچک کے ٹیکے میں استعمال ہونے والا مادہ۔

انگریزی vaccine سے ماخوذ ہے۔ یہ مادہ چیچک سے متاثر گائے کے آبلوں سے حاصل کیا جاتا ہے۔ لفظ vaccine لاطینی vacca سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں: گائے۔ فرنچ میں گائے کے لیے جو لفظ vache ہے وہ اسی لاطینی لفظ کی مُفرَنّس شکل ہے۔

وین: ایک قسم کا بند ٹرک۔

یہ دراصل لفظ caravan کا آخری جزء ہے جس نے بغیر جدوجہد کے آزادی حاصل کرلی ہے، یہ آزادی اس کو انیسویں صدی میں حاصل

ہوئی ہے۔ اسی قسم کی آزادی ایک دوسرے لفظ bus نے بھی حاصل کی ہے۔ اس لفظ کی اصل omnibus ہے۔ لاطینی میں اس کے معنی ہیں: «سب کے لیے» یعنی یہ گاڑی ساری جنتا کے لیے ہے۔

آزادی حاصل کرنے والا ایک تیسرا لفظ انگریزی کا mob ہے جس کے معنی ہیں: بے ہنگم ہجوم، عوام الناس، بھیڑ وغیرہ۔ یہ لاطینی عبارت mobile vulgus کا پہلا جزء ہے، اس عبارت کے معنی ہیں: متغیر عوام، یعنی مجمع جن کی کوئی ایک رائے نہیں ہوتی ہے، بلکہ ہر کسی کی بات پر فوراً اپنا خیال بدل لیتے ہیں۔

یہ کہنا باقی ہے کہ caravan فارسی لفظ ہے جسے انگریزوں نے اپنایا ہے۔ ابتداء میں یہ کاروان ہی کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا، پھر سامان کی ترسیل کے لیے استعمال ہونے والی بند گاڑی پر اس کا اطلاق ہونے لگا۔ اسی زمانے میں van نے علمِ استقلال بلند کیا تھا۔

آجکل caravan خانہء رواں کے لیے بولا جاتا ہے، یعنی بڑی رہائشی گاڑی جسے انگریزی میں house on wheels بھی کہا جاتا ہے۔

ھاتف: جو شاعروں کو قطعہء تاریخ لکھنے میں مدد کرتا ہے۔

یہ در اصل غیبی آواز ہوتی ہے۔ عربی لغت نویس اس کی تعریف یوں کرتے ہیں: کہ جو آواز سنائی دے، مگر آواز کرنے والا دکھائی نہ دے۔

آجکل کی عربی میں ٹلیفون کے لیے «الھاتف» کہا جاتا ہے، کیونکہ اس میں آواز تو سنائی دیتی ہے لیکن بولنے والا دکھائی نہیں دیتا۔

ھلاھل: زہر قاتل۔

یہ فارسی لفظ ہے، فارسی کا شاعر ابوشکور کہتا ہے:

پشیمانی از کردہ یک بار بس   ہلاہل دوبارہ نخوردہ ست کس

یعنی: اپنے کیے پر ندامت ایک ہی بار ہونی چاہیے، کسی نے زہرِ ہلاہل دو بار نہیں چکھا ہے۔

اقبال کہتے ہیں:

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں، بیگانے بھی ناخوش
میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

یہ فارسی میں سنسکرت سے آیا ہے۔ سنسکرت میں اس کی اصل «ہاٰلہل» (हालाहल) ہے، ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق دیو دیوتاؤں نے سمندر کو بلو کر یہ زہر تیار کیا تھا۔

ہندی میں اس کو «ہالاہل» یا «ہلاہل» کہتے ہیں۔ ان دونوں لفظوں میں دوسرا «ھ» مفتوح ہے۔

ھنی مون: honeymoon کے moon سے عام طور پر مہینہ مراد لیا جاتا ہے، یعنی شہد جیسی حلاوت کا مہینہ۔ مگر انگریزی زبان کے محققین بتاتے ہیں کہ یہاں moon سے مراد مہینہ نہیں بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ شادی کی ابتداء میں دولہا دلہن کی محبت عروج پر ہوتی ہے، لیکن مرورِ زمانہ سے اس میں چاند کی طرح گھٹاؤ پیدا ہونے لگتا ہے۔ ۱۶۵۶ء کی ایک عبارت میں اس کی طرف واضح اشارہ ہے:

Honeymoon applyed to those marryed persons that love well at first, and decline in affection afterwards; it is honey now, but it will change as the moon.

یعنی :ہنی مون کا اطلاق ان شادی شدہ اشخاص پر ہوتا ہے جو ابتداء میں ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں، لیکن بعد میں ان کی محبت گھٹنے لگتی ہے؛ ابھی تو شہد کی حلاوت ہے، لیکن یہ حلاوت چاند کی طرح گھٹ جائیگی۔

یونان : اس ملک کا نام «یونان» کیوں ہے جبکہ انگریزی میں اس کا نام Greece ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قدیم زمانے میں ترکی کے مغربی ساحل پر Greece کی نوآبادیاں قائم تھیں۔ ان میں سے ایک کا نام Ionia تھا، یہی لفظ عربی میں یونان کی شکل میں داخل ہوا۔

یاد رہے کہ Greece اور ترکی کے مغربی ساحل کے درمیان بحر ایجہ (Aegean sea) ہے جس کا عرض تقریباً ۳۰۰ کلومیٹر ہے، اور جس میں بہت سارے چھوٹے جزیرے ہیں۔

مشہور فلسفی اور ریاضی دان فیثاغورس (Pythagoras) اسی Ionia کے جزیرۂ ساموس (Samos) میں ۵۰۰ ق م میں پیدا ہوا تھا۔

ذاتیات (طنز ومزاح)	ڈاکٹر اشفاق احمد ورک	100/-
اُردو نثر کا تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر سنبل نگار	210/-
اُردو شاعری کا تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر سنبل نگار	165/-
تاریخ میں سفر	عدنان طارق	250/-
جہانِ حیرت (خودنوشت سوانح حیات)	سردار محمد چوہدری	600/-
بیسویں صدی کا سب سے بڑا انسان	سردار محمد چوہدری	200
قدرتی خزانوں سے علاج	حکیم راحت نسیم سوہدروی	100/-
بیماریاں اور ان کا نباتاتی علاج	حکیم راحت نسیم سوہدروی	90/-
مادرِ ملت، آبروئے ملت (ایوارڈ یافتہ)	پروفیسر محمد رفیق عالم	350/-
آئینہ ایامِ تاریخ	مولانا عبدالجبار سلفی	200/-
بطلِ حریت۔ فقیر آف ایپی	ڈاکٹر فضل الرحمٰن	220/-
تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء	عبدالرشید عراقی	220/-
نقاد اور عقلیات	مطاہر ترمذی	140/-
عالم اسلام کی اخلاقی صورتِ حال	اسرار عالم	220/-

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جن نعمتوں سے نوازا ہے' ان میں سے ایک قوّتِ متخیلہ ہے جو قوّتِ ناطقہ کے ساتھ مل کر اپنے اظہار کے لیے اصوات اور حروف و الفاظ کا ایک جہان آباد کیے ہوئے ہے۔ ان الفاظ کی پیدائش اور مخارج و اشتقاق (Etymology) کا علم لغت و لسانیات کا سب سے دلچسپ موضوع ہے۔ انسانیت کے پہلے جوڑے آدمؑ و حواؑ کی تو ایک ہی زبان تھی مگر ان کی ذرّیت آج ۲۸۰۰ کے قریب زبانوں اور بولیوں کو ذریعہ اظہار بنائے ہوئے ہے۔ افراد کی طرح الفاظ کے بھی خاندان اور قبائل ہیں جو تمدنی ضروریات کے تحت سفر اور ہجرت اختیار کرتے ہیں۔ یوں مختلف علاقوں کی زبانوں میں باہمی ارتباط اور اختلاط نے بہت مفید اور دلچسپ نتائج پیدا کیے ہیں' جن کے تحقیقی مطالعے نے علمائے لسانیات اور ماہرین السنہ کے ہاں مخارج و اشتقاق کا ایک دلچسپ اسلوب جنم دیا ہے۔ تہذیبوں اور تمدنوں کے عالمی ارتباط نے گذشتہ صدیوں میں جس زبان پر سب سے زیادہ لسانی اثرات مرتب کیے' وہ اردو کے نام سے جانی اور پہچانی جاتی ہے' جسے دنیا کے ایک ارب کے قریب انسان بولتے یا سمجھتے ہیں۔ اردو زبان نے جن ہزاروں الفاظ کو دوسری زبانوں اور تہذیبوں سے وصول کیا' ان کو اپنی آغوش میں لیتے ہوئے ان کی صوتی ثقالت کو دور کر دیا اور یہ سب لسانیاتی تصرف کا عمل ہے جو اردو زبان کے معاملے میں آپ کو بہت نمایاں دکھائی دے گا۔

اردو لغت میں مخارج و اشتقاق یا تقابلی لسانیات کے جس مطالعے کا آغاز سراج الدین علی خاں آرزو کی کتاب ''نوادر الالفاظ'' سے ہوا۔ اس میں محمد حسین آزاد' مولوی احمد دین' حافظ محمود شیرانی' برجموہن دتاتریہ کیفی' سید سلیمان ندوی' حکیم شمس اللہ قادری' ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ' عین الحق فرید کوٹی' ڈاکٹر سید حامد حسین' محمد بن عمر' نصیر الدین ہاشمی اور بیسیوں دوسرے علمائے لسانیات نے معتدبہ اور مؤثر اضافے کیے۔ علم المخارج اور لسانیات کی اسی تحقیقی کہکشاں کا ایک درخشاں ستارہ ڈاکٹر ف۔ عبدالرحیم ہے جن کی کتاب ''پردہ اٹھادوں اگر چہرۂ الفاظ سے'' اس میدان کا تازہ شاہکار ہے' جس کا مطالعہ اردو زبان سے محبت کرنے والے ہر قاری کے لیے ناگزیر ہے۔

﴿پروفیسر عبدالجبار شاکر' بیت الحکمت' لاہور﴾

ڈسٹری بیوٹرز

فضلی بک سپر مارکیٹ

اردو بازار' کراچی

فون: 021-2212991



کتاب سرائے

پبلشرز، ڈسٹری بیوٹرز، مشیران کتب خانہ جات

فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اردو بازار، لاہور فون: 7320318
ای میل: hikmat100@hotmail.com

Title Design: Amjad A. Sattar 7124469

ISBN 969-8773-16-9